4
نیلم کا قلعہ

بوستانِ خیال　　　　　　　　　　چوتھا حصّہ

نیلم کا قلعہ

مقبول جہانگیر

فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ

دیوِ پاسنگ آہن

دیوِ پاسنگ آہن مُلک عجبستان کا داروغہ اور طِلسم آصفی کا مُحافظ تھا۔ دو لاکھ دیوؤں کا عظیم لشکر اُس کے ماتحت تھا۔ اُس کا قد دو ہزار گز اونچا اور ایسا زور آور تھا کہ تمام کوہ قاف میں اُس کی ٹکّر کا دیو کوئی اور نہ تھا۔ جاسوسوں نے اُسے مَلِکہ عالم شاہ کی محفل میں شہزادے کے آنے کی خبر پہنچائی اور یہ شکایت بھی کی کہ مَلِکہ نے اِس آدم زاد کی بے حد خاطر تواضع اور تعظیم و تکریم کی۔ یہ سُن کر دیوِ پاسنگ آہن حسد سے جل کر کوئلا ہو گیا۔ اُس نے

دِل میں کہا میں اتنا بڑا سپہ سالار، طِلسم کا محافظ اور عجبستان کا داروغہ ہوں، مَلِکہ نے کبھی مُجھے گھاس تک نہ ڈالی۔ لیکن اِس حقیر آدم زاد کی ایسی خاطر تواضع! اچھّا، میرا نام بھی پاسنگ آہن نہیں اگر مَلِکہ اور آدم زاد دونوں کو سزا نہ دوں، وہاں ماروں جہاں پانی نہ ملے۔

اُس نے فوراً اپنے ایک خاص ایلچی اَسوَد کو مَلِکہ کے پاس یہ حُکم دے کر بھیجا کہ فوراً واپس پہلی آؤ اور اُس گُستاخ آدم زاد کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لاؤ۔

اَسوَد مَلِکہ کے دربار میں پہنچا تو اُس نے شہزادے کو دیکھا کہ تخت پر بڑی شان و شوکت سے مَلِکہ کے برابر بیٹھا ہے۔ اَسوَد نے دیو پاسنگ آہن کا پیغام مَلِکہ کو دیا تو شہزادے نے بھی سُن لیا۔ اُٹھ کر ایسا طمانچہ اَسوَد کے مُنہ پر مارا کہ اُس کی گردن مشرق سے مغرب کی طرف گھوم گئی۔ لاکھ سیدھا کرنے کی کوشش کی، نہ ہوئی۔

آخر اِسی طرح اُلٹی گردن سمیت، مُنہ لٹکائے اپنے آقا کے پاس واپس آیا اور سب حال کہا۔ پاسنگ آہن طیش سے لال پیلا ہو گیا اور اِسی غیظ و غضب میں اَسوَد کے مُنہ پر ایسا تھپّڑ مارا کہ وہ وہیں مر گیا۔ پھر اُس نے اپنے لشکر کے بڑے بڑے سرداروں کو بُلا کر کہا :

"کیا مَلکہِ عالم شاہ کو خبر نہیں کہ حقیقت میں طِلسم جمشید کا فاتح مَیں ہوں۔ وہ حقیر آدم زاد نہیں۔ میں جب چاہوں جمشید اور آصف کے طِلسموں کو ایک کر سکتا ہوں اور جب چاہوں انہیں تباہ و برباد کر سکتا ہوں۔ اب وقت آگیا ہے کہ میں کُل سلطنت پر قبضہ کروں اور اِس گُستاخ مَلِکہ اور آدم زاد شہزادے کو وہ عبرت ناک سزا دوں کہ جو سُنے، تھر تھر کانپے۔" یہ کہہ کر اپنے لشکر کو تیّار ہونے کا حُکم دیا۔

اِدھر مَلِکہ عالم شاہ تک بھی خبر پہنچی کہ دیو پاسنگ آہن لڑائی کے لیے تیّار ہے۔ مَلِکہ نے اپنے وزیر ابُوالغیاث کے مشورے سے فیقال سپہ سالار کو

چالیس ہزار دیوؤں اور جنوں کا لشکر دے کر شہر زیبا سواد کی سرحد پر روانہ کیا تاکہ دیو پاسنگ آہن کو وہیں روکے اور شہر میں داخل نہ ہونے دے۔ ابُو الغیاث عِلمِ نجُوم میں بھی بڑی مہارت رکھتا تھا۔ اُس نے مَلِکہ عالم شاہ سے کہا:

"بیٹی، یہ شہزادہ جو باغِ جمعیت بخش میں تم سے آن کر ملا، یہی اِس طِلسم کا فاتح ہے اور نجُوم نے مُجھے بتایا ہے کہ یہی دیو پاسنگ آہن کے شر سے تمھیں نجات دلائے گا۔"

یہ سُن کر مَلِکہ بہت خوش ہوئی تھی۔ اُسی وقت شہزادے کے پاس گئی اور اِطّلاع دی کہ فیقال سپہ سالار کو سرحد کی حفاظت کے لیے روانہ کر دیا ہے۔ لیکن وہ شاید دیو پاسنگ آہن کے لشکر کے مُقابلے میں زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکے گا۔ آپ طِلسم کے فاتح ہیں، اِس لیے کُچھ کیجیے۔

شہزادے نے ایک طرف جا کر لَوحِ زُحل سے مشورہ کیا۔ لِکھا تھا:

"اے شہزادے، یہ مَلِکہ آصف بن برخیا کی اولاد سے ہے۔ اور اس پر دیو پاسنگ آہن نے طِلسم کی مدد سے قبضہ کر رکھا ہے۔ تُم پر اسے آزاد کرانا فرض ہے۔ لڑائی کی تیّاری کرو۔ فیقال شِکست کھا کر پاسنگ آہن کی قید میں جائے گا۔"

شہزادے نے مَلِکہ کو تسلّی دی کہ گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ خُدا نے چاہا تو ایک روز پاسنگ آہن کو باندھ کر آپ کے قدموں میں ڈالوں گا۔ یہ کہہ کر مَلِکہ کے ساتھ ہی شہر زیبا سواد کی جانب روانہ ہوا۔ ابُو الغیاث وزیر نے شہر کو سجا بنا کر ایسا خوب صورت کر دیا کہ جو دیکھتا، مُنہ سے واہ واہ نکلتی۔ پھر شہزادے کے استقبال کو امیروں، وزیروں سمیت شہر سے کئی کوس دور آیا، شہزادے نے تمام شہر کو آباد پایا۔ فصیل کالے پتھر کی تھی اور جا بجا فصیل میں عالی شان دروازے تھے، جِن کی اونچائی اتنی تھی کہ دو

ہاتھی اوپر تلے آسانی سے گُزر جائیں۔ شہر کے لوگوں کی رنگت سبز تھی۔ مگر سب کے سب نہایت خوب صورت اور صحت مند تھے۔

جب شہزادے کی سواری شاہی محل کے قریب پہنچی تو اُس نے دیکھا کہ اُس کے برابر ایک قلعہ ہے جس کی دیوار نیلم کی ہے۔ شہزادے نے ابُو الغیاث سے پوچھا کہ یہ کیسا قَلعہ ہے اور اسے دیکھ کر دِل پر ہیبت کیوں طاری ہوتی ہے؟"

ابُوالغیاث نے ادب سے کہا:

"اِس کا جواب آپ کو لَوحِ زُحل سے معلوم ہو گا، لیکن میں صرف یہ بتا سکتا ہوں کہ اِس قَلعے کا دروازہ کبھی نہیں کھلتا۔ ہفتے کے روز تمام دِن قَلعے کے اندر سے نوبت اور نقّارہ بجنے کی آواز اِس زور سے آتی ہے کہ کوسوں میلوں تک کے لوگ سُنتے ہیں۔ پھر رات بھر گانے اور مختلف باجوں کے بجنے آوازیں ایسی آتی ہیں کہ جو سُنتا ہے، مستی سے جھومنے لگتا ہے۔ اِس

قَلعے سے نہ کسی کو فائدہ پہنچتا ہے نہ نقصان، مگر جو شخص اِس کی طرف جانے کا اِرادہ کرتا ہے، چالیس قدم سے نہایت گرم ہوا اُس کے استقبال کو آتی ہے، وہ بیمار ہو جاتا ہے اور مُدّت تک تندرست نہیں ہوتا۔ سُنتا ہوں یہ قلعہ عجیب و غریب ہے، اور طِلسم زیبا سواد اِس کا نام ہے۔ گُنبد ہفت طبقہ کا یہ آخری قلعہ ہے۔ اِس کے بعد کوئی اور طِلسم ہے، نہ کوئی قَلعہ۔"

غرض شہزادہ شاہی محل میں داخل ہوا۔ مَلِکہ عالم شاہ نے ابُوالغیاث وزیر کے مشورے سے شہزادے کو تخت پر بِٹھایا اور محل کے اندر جا کر پردے میں بیٹھی۔ شہزادے نے فُرصت پا کر لَوحِ زُحل سے مشورہ طلب کیا۔ لکھا تھا:

"اے شہزادے، سب سے پہلے قَلعہ طِلسم زیبا سواد میں جا کر اپنے دوستوں کو آزاد کراؤ جو اِس طِلسم کی قید میں ہیں۔ وہاں سے واپس آن کر دیو

پاسنگ آہن کو قتل کرنا۔ اِس قَلعے میں داخل ہونے کا طریقہ یہ ہے، کہ آدھی رات کے وقت قلعے کے دروازے پر جاؤ، لیکن اس سے دو سو قدم دور ہٹ کر بیٹھو۔ پھر پانچ ہزار مرتبہ اسمِ اعظم پڑھو۔ رات کے پچھلے پہر آسمان پر گھٹا چھائے گی اور ہلکی ہلکی بارش شروع ہوگی۔ وہاں سے ہر گز نہ اُٹھنا اور بارش میں بھیگتے رہنا۔

صُبح کے وقت بارش تھمے گی اور قَلعے کے گِرد طرح طرح کے خوش نما اور حسین پھُول ظاہر ہوں گے۔ دروازے پر ایک درخت نمودار ہوگا۔ اُس کی شاخیں کالی اور پھول سوسن کے پھولوں کی مانند ہوں گے۔ درخت پر ایک کالا پرندہ زور زور سے چیختا ہوگا، جیسے فریاد کرتا ہے۔ اُس کے تیر مارنا۔ وہ زخمی ہوکر اُڑے گا اور قلعے کے دروازے پر جا بیٹھے گا۔ جب اِس پرندے کا خُون دروازے پر گِرے گا دروازہ فوراً کھُل جائے گا۔ بے خوف ہو کر

اندر جانا، ایک دیو تُم پر حملہ کرے گا۔ اُسے شمشیرِ جمشید سے قتل کر کے آگے بڑھنا۔“

اُلٹا شہر

شہزادہ اسماعیل نے نِیلم قَلعے میں داخل ہونے سے پہلے مَلِکۂ عالم شاہ اور وزیر ابُو الغیاث کو بتایا کہ لَوحِ زُحل نے کیا ہدایات دی ہیں۔ انھوں نے شہزادے کی کام یابی کے لیے دُعا کی۔ آدھی رات کے وقت شہزادہ قلعے کی طرف گیا اور دروازے سے کوئی دو سو قدم دور ہٹ کر بیٹھا۔ پھر اِسمِ اعظم پڑھنا شروع کیا۔ رات کے پچھلے پہر آسمان پر کالی کالی گھٹا اُمڈی،

بادل گرجا، بجلی کڑکی اور پھر ہلکی ہلکی بارش ہونے لگی۔ شہزادہ لَوح کی ہدایت کے مُطابق برابر پانی میں بھیگتا رہا۔

صُبح کے وقت بارش تھم گئی اور شہزادے کا وظیفہ بھی ختم ہوا۔ کپڑوں پر ہاتھ پھیرا تو بالکل خشک تھے۔ پانی کا کوئی اثر نہ پایا۔ قَلعے کے اِرد گرد نہایت خوبصورت اور خوش بُودار پودے اور پھل پھول ظاہر ہوئے۔

قَلعے کے دروازے پر ایک درخت تھا جس کی شاخیں کالی اور پھُول سوسن کے تھے۔ اتنے میں ایک سیاہ پرندہ اُڑتا ہوا آیا اور درخت پر بیٹھ کر بُری طرح چیخنے لگا۔ شہزادے نے اُسی وقت کمان میں تیر جوڑ کر چلایا۔ تیر پرندے کی گردن میں لگا۔ پرندہ پھڑپھڑایا اور درخت سے اُڑ کر قَلعے کے دروازے پر جا بیٹھا۔ اُس کی زخمی گردن سے خُون کے قطرے بند دروازے پر گِرے تو وہ آہستہ آہستہ کھُلنے لگا۔

شہزادہ خُدا کا نام لے کر دروازے میں داخل ہوا۔ چند قدم آگے بڑھا تھا کہ ایک ہیبت ناک شکل کا کالا پہاڑ سا، دیو گرجتا ہوا حملہ آور ہوا۔ شہزادے نے شمشیرِ جمشیدی پہلے ہی سے ہاتھ میں لے رکھی تھی۔ ایسا جچا تُلا ہاتھ مارا کہ دیو کی گردن بھُٹّا سی اُڑ گئی۔

راستہ صاف ہوا تو شہزادہ آگے چلا۔ قلعے کے اندر پورا شہر آباد تھا۔ ایک جگہ دو پہلوان کُشتی لڑتے تھے، اور ایک غلام شاہی کرسی پر بیٹھا تھا۔ جوں ہی شہزادہ اُن کے قریب گیا، پہلوان شہزادے کو گالیاں دینے لگے۔ غُلام نے پہلوانوں کو منع کیا اور شہزادے کی تعریفیں کرنے لگا۔ شہزادے نے حیران ہو کر لَوح پر نگاہ ڈالی۔ لِکھا تھا:

"اِس شہر کا معاملہ اُلٹا ہے۔ جو غُلام شاہی کُرسی پر بیٹھا تمہاری تعریفیں کرتا ہے، اُسے قتل کر دو۔ لیکن پہلے جامِ جم کے ذریعے اپنی صورت بدلو، جب غُلام قتل ہو گا تو تماشائی تم پر ہلّا بولیں گے، شمشیرِ جمشیدی سے اُن کو

جواب دینا، اُس وقت وہی پہلوان جو تمہیں گالیاں دیتے تھے، تمہاری مدد کو آئیں گے۔ جب تلوار چلاتے چلاتے تھک جاؤ، تب لَوح سر سے باندھ کر غائب ہونا۔ پھر اپنی صورت پر آکر آگے روانہ ہو جانا۔"

شہزادے نے اپنی صُورت بدلی اور غُلام کو قتل کر دیا۔ اُس کے قتل ہوتے ہی چاروں طرف سے لوگ چیختے چِلّاتے اور ہتھیار لے لے کر شہزادے کی جانب آئے۔ شہزادے نے شمشیرِ جمشیدی کے جوہر دِکھانے شروع کیے۔ وہی پہلوان جو تھوڑی دیر پہلے شہزادے کو گالیاں دے رہے تھے، اب شہزادے کی حمایت میں لوگوں سے لڑ رہے تھے۔

شہزادے نے بہت سوں کو موت کے گھاٹ اُتارا لیکن جتنے مرتے، اتنے ہی اور آ جاتے۔ تلوار چلا چلا کر شہزادے کے بازو شل ہونے لگتے۔ مجبور ہو کر لَوح سر سے باندھی اور اُن کی نگاہوں سے غائب ہوا۔ حملہ آور ہکّا بکّا ایک دوسرے کی صورت ہی دیکھتے رہے۔ پھر شہزادے کو اِدھر

اُدھر تلاش کرنے، مگر اتنی ہی دیر میں وہ اُن کی پہنچ سے بہت دُور جا چکا تھا۔ کئی کوس کے فاصلے پر جا کر شہزادے نے لَوح سر سے اُتاری اور اپنے آپ کو ظاہر کیا۔

شام کے وقت ایک شہر میں داخل ہُوا تو ایک چوک میں لوگوں کا مجمع دِکھائی دیا۔ معلوم ہُوا شہر کا کوتوال ایک شخص کو کوڑوں کی سزا دے رہا ہے۔ اُس شخص کا جُرم یہ تھا کہ وہ فاتح طِلسم یعنی شہزادہ اسماعیل کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا۔ شہزادے نے پھر لَوح سے مشورہ کیا۔ لکھا تھا:

"جو شخص تمھیں گالیاں دیتا ہے اور جسے کوتوال کوڑے لگا رہا ہے، وہ اصل میں راشوم جِن ہے اور تمھارا حمایتی ہے۔ کوتوال کو شمشیرِ جمشیدی سے قتل کرو، اس کے بعد جامِ جم کے ذریعے صورت بدل کر یہاں سے نکل جاؤ۔"

شہزادے نے ایسا ہی کیا۔ کوتوال کا سر کٹتے ہی ایک ہنگامہ برپا ہوا اور لوگوں نے شہزادے کو مارنے کے لیے ہجوم کیا۔ شہزادہ وہاں سے غائب ہو کر شاہی دولت خانے پر پہنچا۔ دیکھا کہ ہتھیار لگائے فوجی سپاہی چاق و چوبند کھڑے ہیں اور جاسوس دم بہ دم شہر کی خبریں لاتے ہیں۔ بادشاہ اور وزیر میں بحث ہو رہی ہے، بادشاہ کہتا ہے۔ کہ فاتح طِلسم نے یہ کام بہت اچھّا کیا کہ سرحد کے نگہبان یعنی کالے پرندے دربان زنگار دیو، شاہی غُلام اور کوتوال کو قتل کیا۔ وزیر کہتا ہے کہ فاتح طِلسم بہت ظالم ہے۔ اُس نے اُن بے گناہوں کے خُون سے ہاتھ رنگ کر اچھّا نہیں کیا۔ یہ سُنتے ہی بادشاہ نے طیش میں آن کر وزیر کی لمبی ڈاڑھی پکڑ لی اور جھٹکے دے کر کہا:

"اے نا معقول، تو ہماری بات کو جھُٹلاتا ہے؟ تُجھے اِس گُستاخی کا مزا چکھنا ہو گا۔"

وزیر نے کہا :

"اے کاذِب شاہ، تُو مُنافِق اور شریر ہے۔"

بادشاہ اور وزیر میں یہ بحث مباحثہ دیکھ کر شہزادہ حیران ہوا۔ لَوح کو دیکھا۔ لکھا تھا :

"اے شہزادے، اِس جگہ اصلی صورت میں ظاہر ہو، دربار میں جو سُرخ رنگ کا جھنڈا لہرا رہا ہے، اسے ہاتھ میں لے کر اعلان کرو کہ اے طِلسم زیبا سواد کے رہنے والو، میں فاتح طِلسم ہوں۔ جو شخص میرا دوست اور حمایتی ہے، وہ اِس جھنڈے تلے آ جائے۔ جب تم یہ کہو گے، وزیر اپنے ساتھیوں سمیت تمہاری طرف آ جائے گا اور کاذِب شاہ تم سے جنگ کرے گا۔ اُسے قتل کر کے وزیر کو بادشاہ، پہلوان کو سپہ سالار اور راشوم جن کو کوتوال کا عہدہ دینا۔ وزیر اصل میں صادِق جن ہے۔ اس سے قید

خانے کا پتا پوچھنا جس میں تمہارے دوست قید ہیں، اگر وہ کہے کہ مُجھے معلوم نہیں تو پھر اُس سے میدان رونق افزا کا نشان پوچھنا۔"

شہزادے نے ایسا ہی کیا۔ صادِق جِن اپنے ساتھیوں سمیت شہزادے کے جھنڈے تلے آیا اور کاذِب شاہ نے جنگ کی ٹھانی مگر شہزادے کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچا۔ شہزادے نے تخت پر صادِق جن کو بِٹھایا اور اس سے قید خانے کا پتا پوچھا۔ اس نے قسم کھا کر کہا، کہ میں نہیں جانتا۔ شہزادے نے کہا کہ اچھّا، میدان رونق افزا کا نشان بتا کہ کہاں ہے؟

صادِق جن دوسرے روز شہزادے کو ایک محل سرا میں لے گیا۔ سیر کرتے ہوئے ایک دروازے پر پہنچے۔ صادِق جِن نے دروازے کا تالا توڑا، جب دروازہ کھلا، ایک میدان دِکھائی دیا جس میں قسم قسم کے پھل دار درخت تھے۔ شہزادے نے صادِق جِن کو رُخصت کیا اور خود ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر اسمِ اعظم کا وظیفہ شروع کیا۔

اُدھر دیو پاسنگ آہن شہر زیبا سواد کے نزدیک جا پہنچا اور مَلِکہ عالم شاہ کو اپنے حضور میں طلب کرنے کے لیے قاصد روانہ کیا۔ ابو الغیاث وزیر نے قاصد کو جواب دیا کہ فاتح طِلسم واپس آ کر دیو پاسنگ کو اِس بغاوت اور گُستاخی کا مزا چکھائے گا۔ ابھی چند دِن صبر کر۔ دیو نے یہ جواب سُن کر شہر پر حملے کا ارادہ کیا۔ ابو الغیاث بھی اپنی فوج لے کر شہر سے باہر نکلا۔ شہزادہ اسماعیل کے کُچھ ساتھی بھی اس فوج کے ساتھ دیو پاسنگ آہن سے لڑنے گئے۔ بڑی خوں ریز جنگ ہوئی لیکن دیو کے لشکر کا پلّہ بھاری رہا۔ آخر محمود، راقم، حمید، خجستہ بخت، لیث اور ریحان شاہ گرفتار ہو کر دیو رکی قید میں آئے۔ پاسنگ آہن نے انہیں اپنے ساتھ مِلانے کی کوشش کی، مگر وہ نہ مانے۔ مجبور ہو کر ان سب کو قید میں ڈالنے کا حکم دیا۔

مَلِکہ عالم شاہ تک یہ خبر پہنچی تو اُسے بہت رنج ہوا۔ ابو الغیاث وزیر نے دیو پاسنگ آہن سے لڑائی میں دو دِن نکال دیے کہ شاید اِس دوران میں شہزادہ واپس آ جائے اور اپنی تلوار سے جنگ کا پانسا پلٹ دے۔

قریب تھا کہ ابُو الغیاث کی فوج شکست کھا کر میدان سے بھاگے کہ ایک دم شہزادے کے آنے کا غُل مچا۔ شہزادے کے آنے کی خبر دیو پاسنگ آہن کے کانوں تک بھی پہنچی۔ اُس نے خوف زدہ ہو کر اپنے لشکر کو پیچھے ہٹا لیا اور اعلان کیا کہ آج جنگ موقُوف، کل پھر میدانِ جنگ گرم ہو گا۔

شہزادے نے جب اپنے چھ رفیقوں کے دُشمن کے ہاتھوں گرفتار ہونے کی خبر سُنی تو سخت طیش آیا۔ ابو الغیاث کی فوج میں شطرم نام کا ایک جِن عیّاری کے فن میں طاق تھا۔ آسمان سے تارے توڑ لانا، آنکھوں سے کاجل چُرانا اور ہوا کو مُٹھّی میں تھامنا، اُس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اُس نے بڑھ کر شہزادے کو سلام کیا اور کہا:

"اگر حضور اجازت دیں تو رات کی رات میں تمام رفیقوں کو دیو کے قید خانے سے آزاد کرا کے خدمت میں پیش کروں۔"

شہزادے نے خوش ہو کر اجازت دی۔ شطرم اُسی وقت روانہ ہوا۔ سیدھا دیو آہن کے لشکر میں پہنچا اور قید خانے کے داروغہ کے پاس جا کر رونے لگا۔ اُس نے کہا کہ اے شخص، تُجھ پر کیا آفت آئی جو یوں بچّوں کی طرح رِیں رِیں کر کے روتا ہے؟ شطرم نے داروغہ کے پاؤں پکڑتے ہوئے کہا کہ کیا بتاؤں، تین دِن کے فاقے سے ہوں۔

یہ سُن کر داروغہ کو ترس آیا۔ ایک غُلام کو حُکم دیا کہ اِس کے لیے کھانا لاؤ۔ شطرم نے خوب مزے سے کھانا کھایا پھر داروغہ نے پوچھا کہ اے شخص، تیرا کوئی ٹھِیا ٹھکانا بھی ہے؟ اِس سوال پر شطرم دراڑیں مار مار کر رویا اور کہا کہ جناب، مُجھ غریب کا کہیں ٹھکانا نہیں۔ اجازت ہو تو آپ ہی کے قدموں میں پڑا رہوں۔ جو خدمت ہو گی، بجا لاؤں گا۔

داروغہ اس کی بے کسی دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ ٹھیک ہے۔ آج سے میں ہمارے ساتھ رہو اور قیدیوں کی نگرانی کا فریضہ انجام دو۔ شطرم نے سینہ ٹھونک کر جواب دیا، حضور بے فکر رہیں۔ ایسی نگرانی کروں گا کہ قیدیوں کے قریب پرندہ بھی پَر نہ مار سکے گا۔

رات ہوئی تو شطرم نے ایک بڑے لگن میں ڈھیر ساری افیم گھولی، اُس میں خوش بُودار شربت ملایا اور داروغہ کے پاس لے گیا۔ داروغہ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو شطرم نے کہا:

"جناب، میرے باپ دادا کے وقتوں سے شربت کا ایک نُسخہ چلا آتا ہے۔ آپ نے مُجھ غریب پر اتنا احسان کیا کہ کھانا کھلایا اور رہنے کو ٹھکانا دیا۔ اِس احسان کا بدلہ تو کیا اُتاروں گا، یہی سوچا کہ یہ شربت آپ کو پلاؤں۔ ذرا چکھ کر تو دیکھیے۔ چودہ طبق روشن نہ ہو جائیں تو شطرم کے بجائے میرا نام کُچھ اور رکھ دیجیے گا۔"

اُس لگن میں شطرم نے کوئی آدھ سیر افیم اور دس سیر پانی ملا کر شربت بنایا تھا۔ داروغہ نے چند گھونٹ پیے تو سرور آیا۔ پھر کیا تھا، فٹ فٹ سارا شربت چڑھا گیا اور ڈکار تک نہ لی، پھر شطرم کی طرف دیکھ کر بولا :

"یار، شربت تو تُم نے بڑا عمدہ بنایا۔ کُچھ اور بنانا بھی جانتے ہو؟"

"کیوں نہیں، داروغہ جی۔ اچھے اچھّوں کو بے وقوف بنانا بھی خوب جانتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" داروغہ نے مُنہ کھول کر حیرت سے کہا۔

اتنی ہی دیر میں افیم اپنا کام کر گئی۔ داروغہ کی آنکھیں آہستہ آہستہ نیند سے بند ہونے لگیں اور مُنہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ شطرم نے ٹٹول کر اُس کے کُرتے کی جیب سے قید خانے کی سپاہیوں کا گُچھّا نکالا، شہزادے کے تمام رفیقوں کو آزاد کرا کے اپنے ساتھ لیا اور راتوں رات ہی ابوالغیاث کے

لشکر میں واپس آ کر شہزادے کو آداب بجا لایا۔ شہزادے نے خوش ہو کر سب کو گلے لگایا اور شطرم کو تمام عیّاروں کے سردار کا عہدہ بخشا۔

دوسرے روز صادق جِن لشکر میں آیا اور شہزادے سے کہا کہ آج دیو پاسنگ آہن اپنی پوری قوّت سے حملہ کرے گا۔ اِس دیو کے سر میں ایک سینگ ہے۔ شہزادے کو چاہیے کہ وہ پہلے اِس سینگ کو اُکھاڑے، جب تک ایسا نہ کرے گا، دیو پر قابو پانا مُشکل ہے۔

شہزادے نے صادق جِن کی بات سُن کر لَوح سے مشورہ کیا۔ اُس نے بھی یہی ہدایت کی۔ اتنے میں طبلِ جنگ بجنے کی آواز سُنائی دی۔ دیو پاسنگ آہن بڑے غرور سے میدان میں آیا اور اعلان کرایا کہ میں فاتح طِلسم شہزادہ اسماعیل سے لڑنے آیا ہوں۔ اگر اس میں ہمّت ہے تو میرے مُقابلے میں نکلے۔ یہ سُنتے ہی شہزادہ گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں گیا۔

دیو نے اُسے دیکھ کر حقارت سے قہقہہ لگایا اور بولا:

"اے آدم زاد، تُوکس بَرتے پر مُجھ سے لڑنے آیا ہے؟ ذرا اپنا قد دیکھ، اپنے ہاتھ پاؤں دیکھ۔ اب بھی تُجھے موقع دیتا ہوں۔ جان بچا کر واپس چلا جا ورنہ شیطان کی قسم، پنجے میں دبا کر ایسا بھینچوں گا کہ کچومر نکل جائے گا۔"

دیو کی یہ بکواس سُن کر شہزادے نے صرف اتنا کہا۔ "معلوم ہوتا ہے غُرور تیرے دماغ میں بھرا ہوا ہے اور تُجھے اپنی طاقت پر بڑا ناز ہے۔ لیکن یاد رکھ، خُدائی طاقتیں میری حمایت پر ہیں اور ابھی تیرا غُرور میرے پیروں تلے کُچلا جائے گا۔ اب زیادہ باتیں نہ بنا اور مُجھ پر وار کر، ورنہ میں سمجھوں گا تُو بُزدل ہے۔"

دیو پاسنگ آہن نے طیش میں آ کر فولادی گُرز شائیں شائیں گھُما کر شہزادے کے سر پر مارا۔ شہزادے نے ڈھال آگے کی۔ ڈھال میں سے شرارے اُڑے۔ دیو نے جھلاّ کر دوسرا حملہ کیا۔ شہزادے نے اُسے بھی روکا اور ہنس کر کہا۔

"اے احمق، خوب ارمان نکال لے۔ دیکھ کوئی حربہ رہ نہ جائے۔ پھر میں اپنا ہاتھ دِکھاؤں گا۔"

دیو نے جھنجھلا کر تیزی سے وار کرنے شروع کیے اور شہزادہ پیچھے ہٹتا گیا۔ اُس نے دیکھا کہ دیو کی کھوپڑی کے بیچ میں کئی ہاتھ لمبا ایک سینگ ہے۔ لَوح کا حکم تھا کہ اگر شہزادہ اِس سینگ کو اکھیڑے تو دیو پر قابو پا سکتا ہے، ورنہ وہ قتل نہ ہو گا۔

اِدھر دیو اندھا دُھند گُرز گھُما رہا تھا۔ جب شہزادے نے دیکھا کہ وہ تھک گیا ہے اور بُری طرح ہانپنے لگا ہے تو اس نے شمشیرِ جمشیدی نکال کر ایسا وار کیا کہ گُرز دیو کے ہاتھ سے چھوٹ کر دُور جا ِگرا۔ شہزادے نے چھلانگ لگائی اور دیو کا سینگ پکڑ لیا۔ اِس کے ساتھ ہی اسمِ اعظم پڑھنا شروع کر دیا۔ سینگ پکڑنا تھا کہ دیو موم ہو کر دُہائی دینے لگا کہ میرا سینگ چھوڑ دو۔

میں تمہاری غُلامی میں آتا ہوں۔ مُجھے بخش دو۔ جیسا کہو گے، ویسا کروں گا۔

غرض اُس نے بڑی منّت سماجت کی، مگر شہزادے نے ایک نہ سُنی اور آخر کار سینگ اُکھاڑ ہی لیا۔ سینگ اُکھڑتے ہی دیو پاسنگ آہن دُم دبا کر میدان سے بھاگا اور ایسا خوف زدہ ہوا کہ پلٹ کر بھی نہ دیکھا کہ اُس کی فوج کا کیا حشر ہوا ہے۔ اپنے سر دار کے بھاگتے ہی تمام دیوؤں اور پری زادوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ بہت سوں نے دِل سے شہزادے کی فرماں برداری قبول کی اور بہت سے بھاگ گئے۔

شہزادہ اِس عظیم فتح کے بعد بارگاہِ آصفی میں داخل ہوا اور لَوح پر نگاہ ڈالی۔ یہ عبارت لکھی نظر آئی:

"اے شہزادے، دیو آہن پاسنگ تمہارے ہی ہاتھ سے قتل ہو گا، لیکن طِلسم عجبستان کی فتح کے بعد اُس کی موت اِسی سینگ سے لکھی ہے جو اُس

کی کھوپڑی سے تُم نے الگ کیا ہے۔ اِس سینگ سے ایک نیزہ بنوا کر اپنے پاس رکھو۔ طبقۂ ہفتم (ساتواں طبقہ) کا تمام مال اسباب وزیر ابُو الغیاث کے سپرد کرو اور دوستوں سے جلد رُخصت ہو کر مغرب کی جانب جاؤ۔ اُسی طرف عجبستان ہے۔"

شہزادے نے ایسا ہی کیا۔ چند روز شہر زیبا سواد میں آرام کرنے کے بعد اپنے رفیقوں، دوستوں اور مَلِکہ عالم شاہ سے رُخصت ہو کر سورج ڈوبنے کے بعد رات کی تاریکی میں شمال کی جانب روانہ ہوا کہ یہی راستہ عجبستان کو جاتا تھا۔

عجبستان کی سیر

شہزادہ ساری رات اندھیرے میں چلتا رہا۔ کُچھ معلوم نہ ہوتا تھا کہ آگے پیچھے، دائیں بائیں کیا ہے۔ بس گھُپ اندھیرا تھا۔ جب صُبح ہوئی تو دیکھا کہ سامنے سے دو گھڑ سوار چلے آتے ہیں۔ شہزادے کے قریب پہنچ کر دونوں سوار گھوڑوں سے اُترے اور جھُک کر سلام کرنے کے بعد شہزادے کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ارقم جِن اور یکتاش ہیں۔ اُنھوں نے طِلسم آصفی فتح ہونے کی مبارک باد پیش کی اور

بتایا کہ یہاں سے بیس کوس پر ساتوں گُنبد موجود ہیں، لیکن اِس سے پہلے وہ گردش میں تھے، اب رُک گئے ہیں۔

شہزادے نے پوچھا۔ "تم یہاں کیوں کر پہنچے اور گُنبدوں کی کیا خبر ہے؟"

اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے مقام پر تھے کہ ایک رات غیب سے آواز آئی کہ شہزادہ اسماعیل نے طِلسم فتح کیا صُبح ہوئی تو ہم گُنبد کے پاس آئے۔ وہاں بدستور ساتوں طبقے موجود تھے، لیکن رنگ اور حرکت موقوف ہو چکی تھی۔ وہیں سے پھر آواز آئی کہ شہزادہ عجبستان کی جانب روانہ ہوا ہے۔ تُم راستے میں اُس کا خیر مقدم کرو۔

شہزادے نے اُن دونوں کا شکریہ ادا کیا۔ پھر بیس کوس دُور گُنبد کے دروازے پر پہنچا۔ ارقم اور ریختاش بھی ساتھ تھے، اندر داخل ہو کر دیکھا کہ جا بجا بُرج ٹوٹے پڑے ہیں اور عمارتیں خستہ حال ہیں، کوئی جِن، پری زاد، اور نہ کوئی نگہبان۔ ناگاہ دوسرا دروازہ نظر آیا۔ اُسے کھولا۔ ایک وسیع کمرا

تھا جس میں بُت ہی بُت بھرے تھے۔ مگر سب ٹوٹے پھوٹے۔ شہزادے نے غور سے اِن بُتوں کو دیکھا تو پتا چلا کہ یہ پریوں کے بُت ہیں۔ دیواروں پر بھی جا بجا تصویریں بنی تھیں اور ایک کتبہ بھی دِکھائی دیا جس پر وہ سارا حال درج تھا جو شہزادے کو پہلے طبقے میں پیش آیا تھا۔ عرض تمام طبقوں میں یہی کیفیّت نظر آئی۔

شہزادے نے تین روز تک اِس گُنبد میں قیام کیا۔ پھر لَوح سے مشورہ کیا۔ لکھا تھا:

"یہاں سے کوچ کر کے پہاڑ نیرنگ سے گُزرو۔ پھر لَوح سَر پر باندھ کر عجبستان کی سیر کرو، ارقم اور ریختاش کو حُکم دو کہ تمہارے لشکر کو کوہِ نیرنگ کے دامن میں لے آئیں اور اُسے وہیں رُکنے کا حُکم دیں۔"

شہزادہ وہاں سے چلا۔ دو روز بعد ایک پہاڑ کے قریب پہنچا، جس کی چوٹی آسمان کو چھُو رہی تھی اور ہر پتھّر الگ الگ پھُول کے رنگ کا تھا۔ اسی

لیے پہاڑ کا نام نیرنگ رکھا گیا تھا۔ شہزادہ پہاڑ کے دوسری طرف اُترا اور لَوح سِر سے باندھی۔ راستے کے عجیب و غریب منظر دیکھتا ہوا بڑھتا چلا گیا۔ کئی دِن بعد شہر عجبستان دکھائی دیا۔ شہر کے چاروں طرف آہنی فصیل تھی جس میں سونے چاندی کی اینٹیں لگی تھیں۔ فصیل پر جابجا بُرج تھے جو سب کے سب زمرّد اور یاقوت کے تھے۔

جس طرف شہزادہ پہنچا، اُدھر ایک دروازہ تھا۔ لیکن بند۔ شہزادہ گھُوم کر آگے بڑھا۔ ایک اور دروازہ ملا جو کھُلا تھا۔ اُس میں سے گُزر کر شہر میں داخل ہوا۔ مگر وہاں سوائے عورتوں اور بچّوں کے اور کوئی نظر نہ آیا۔ بازاروں میں طرح طرح کے مال و اسباب کی دُکانیں تھیں، لیکن مالک بھی عورتیں اور گاہک بھی عورتیں۔

شہر کے بیچوں بیچ قلعہ تھا۔ شہزادہ اُس کے اندر گیا ایسا خُوب صورت قلعہ اور اتنا قیمتی سامان اِس سے پہلے دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ ہر چیز پر حیرت اور

تعجّب کی نظر ڈالتا ہوا دیوانِ عام میں پہنچا۔ وہاں ایک عمدہ تخت پر بہت سی پریاں سر جھُکائے بیٹھی آپس میں باتیں کررہی تھیں۔ ایک پری نے کہا:

"خُدا جانے فاتح طِلسم کب اِدھر آئے گا۔ اب تو ہم اِس قید سے تنگ آ گئے ہیں۔"

یہ سُن کر دوسری پری بولی۔ "میں نے اپنی ماں کی پرنانی سے سُنا تھا کہ جب دیوار پر بنی ہوئی تصویریں مٹ جائیں گی، تب یہ طِلسم فتح ہوگا اور فاتح طِلسم جمشید کے تخت پر بیٹھ کر حکومت کرے گا۔"

غرض سب پریاں اِسی طرح کی باتیں کرتی رہیں۔ شہزادہ واپس شہر کی طرف گیا۔ آخر میں ایک اُونچی دیوار نظر آئی۔ اس میں آٹھ جگہ بُرجوں کے بجائے خوف ناک شکلوں والے دیوؤں کی تصویریں بنی تھیں اور کسی دیو کا قد سات سو گز سے کم نہ تھا۔ ساتویں دیو کی صورت پاسنگ آہن سے ملتی

تھی اور اُس کا قد ہزار گز کا تھا۔ کہیں کہیں چھوٹے دیووں کی تصویریں بھی بنی تھیں۔

شہزادے نے حیرت سے یہ تصویریں دیکھیں۔ پھر سر سے لَوح اُتار کر نگاہ ڈالی۔ یہ عبارت لکھی پائی :

"اے شہزادے، جب شہر عجبستان کی سیر کر چُکو تو شہر سے باہر نکلو اور اُسی دروازے پر آؤ جسے پہلے پہل دیکھا تھا اور جو بند تھا۔ جب اس دروازے پر پہنچو گے، وہاں ایک شیشہ پاؤ گے۔ اُسے توڑنا۔ ایک دیو نمودار ہو گا جس کا نام صیقول ہے۔ یہ دیو تخت و تاج کا دربان ہے۔ اُسے قتل کر کے لاش کو چیر پھاڑ ڈالنا۔ پھر دیو کا دِل نکال کر بند دروازے پر مارنا۔ دروازہ فوراً کھُلے گا۔ اِس کے بعد اندر چلے جانا۔"

شہزادہ اُسی بند دروازے پر گیا۔ وہاں ایک دیو کی شکل کا مجسّمہ دِکھائی دیا جو شیشے سے بنایا گیا تھا۔ شہزادے نے گُرز مار کر اُسے ریزہ ریزہ کر دیا۔ پلک

جھپکتے میں دیو صیقول نمودار ہوا اور شہزادے پر جھپٹا۔ شہزادے نے اُسے شمشیرِ جمشیدی سے قتل کیا۔ پھر سینے سے دِل نکال کر بند دروازے پر دے مارا۔ ہولناک آواز بُلند ہوئی اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ جب روشنی ہوئی تو شہزادے نے دروازہ کھُلا پایا۔

شہزادہ خُدا کا نام لے کر دروازے میں داخل ہوا۔ ایک میدان دیکھا جس میں دائیں بائیں دیوار کے ساتھ سرو کے دو درخت لگے تھے۔ ایک درخت پر سبز رنگ کی اور دوسرے پر سُرخ رنگ کی فاختہ بیٹھی تھی۔ اُنھوں نے شہزادے کو دیکھ کر پَر پھڑپھڑائے اور اِنسانی آواز میں پُکاریں :

"اِدھر آؤ! اُدھر آؤ! میں تمھیں طِلسم فتح کرنے کا طریقہ بتاؤں گی۔"

شہزادے نے لَوح سے مشورہ کیا۔ جواب ملا کہ سُرخ رنگ کی فاختہ کو تیر سے ہلاک کر کے اُس کا پیٹ چیرو۔ چند چھوٹے چھوٹے پتھرّ برآمد ہوں گے۔ اُن پتھرّوں کو ہتھیلی پر رکھ کر سبز فاختہ کے سامنے لے جاؤ،

شہزادے نے ایسا ہی کیا۔ سبز فاختہ نے جوں ہی سنگ ریزے دیکھے، اُڑ کر شہزادے کی ہتھیلی پر آ بیٹھی۔ شہزادے نے اُسے پکڑ لیا۔ پھر اُس چشمے میں کُود گیا جو کُچھ ہی فاصلے پر بہہ رہا تھا۔

آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو ایک پُر فضا باغ میں پایا جو بہشت کا نمونہ تھا۔ یکایک گانے کی آواز کان میں آئی۔ اِس آواز کے رُخ پر گیا۔ دیکھا ایک بُوڑھی پری زاد تخت پر بیٹھی ہے، اِرد گرد کُچھ اور پریاں ہیں۔ ایک پری ساز ہاتھ میں لیے سُریلی آواز میں گا رہی ہے۔ شہزادے نے لَوح پر نگاہ ڈالی۔ لکھا تھا:

"اس بُڑھیا کا نام رازداں پری ہے۔ اپنے آپ کو ظاہر کرو۔"

شہزادہ اُس مجلس میں گیا اور کہنے لگا۔ "اے رازراں پری، خبردار! میں اِس طِلسم کا فاتح ہوں۔"

پری نے گردن اُٹھا کر غور سے شہزادے کو دیکھا اور بولی۔ "اگر تُم واقعی اِس طِلسم کے فاتح ہو تو میرے دُشمن کو میرے حوالے کرو۔"

یہ سُن کر شہزادے نے سبز فاختہ اُس کے حوالے کی۔ رازداں پری نے مُنہ ہی مُنہ میں کُچھ پڑھ کر فاختہ پر دَم کیا۔ اور اُسے چھوڑ دیا۔ فاختہ گھاس پر گر کر تڑپنے لگی۔ پھر دیکھتے دیکھتے سبز رنگ کی ایک خوب صورت پری بن گئی۔ رازداں پری نے شہزادے سے کہا:

"اِس کم بخت کا نام مالحہ پری ہے۔ اِس طِلسم میں تختِ جمشیدی کا محافظ اشقال دیو ہے اور اِس کی حیثیت ایک بادشاہ کی سی ہے۔ چالیس ہزار دیو اِس کے غُلام ہے۔ جب اُس نے دیو پاسنگ آہن کو طِلسم کے اندر داخل کیا تو میں نے کہا تھا کہ فاتح طِلسم اشقال دیو اور پاسنگ آہن دونوں کو قتل کرے گا۔ میری یہ بات اُس بد بخت مالحہ پری نے سُن لی اور جا کر اشقال دیو سے چُغلی کھائی۔ اُس نے مجھے اس باغ میں قید کیا اور میری بجائے مالحہ

کو سرو کے درخت پر پہرا دینے کے لیے مقرّر کر دیا۔ اب جناب خود ہی انصاف فرمائیں کہ ایسے چُغل خور کی کیا سزا ہے؟"

شہزادے نے کہا۔ "اے راز داں پری، مالحہ کو ہماری خاطر معاف کر دو۔"

یہ سُن کر راز داں نے مالحہ کو معاف کیا۔ پھر شہزادے نے ایک اسم مالحہ کو یاد کرایا اور کہا کہ شمشیرِ برق لے کر آؤ کہ اشقال دیو کی موت اِسی تلوار سے ہو گی۔ وہ شمشیر کہاں ہے؟ اس سے تُم خوب واقف ہو۔

یہ کہہ کر شہزادہ اُس باغ کے جنوبی بُرج کی طرف گیا۔ وہاں بھی پانی کا ایک حوض تھا، دیکھا کہ حوض کے بیچ میں ایک دیو کی مُورت بنی ہے اور اس مورت کی دونوں آنکھوں سے پانی فوّارے کی مانند جاری ہے۔ شہزادے نے لَوح سے مشورہ کر کے، تیر پر اِسمِ اعظم دم کیا اور بُت کی دائیں آنکھ میں مارا۔ ایک زبردست شور سُنائی دیا۔ شہزادے نے اِس شور سے کوئی اثر

لیے بغیر دوسرا تیر بُت کی بائیں آنکھ میں مارا اور خود جوش میں چھلانگ لگا دی۔ تھوڑی دیر بعد زمین پر پاؤں لگے۔ آنکھ کھُلی تو اپنے آپ کو دیوؤں میں گھیرے پایا، جن کی تعداد تین سو کے لگ بھگ ہو گی۔ شہزادے نے جلدی سے لَوح پر نگاہ ڈالی۔ لکھا تھا:

"جامِ جم اپنے سر پر رکھ لو۔ کسی دیو کا وار تُم پر کارگر نہ ہوگا۔ لیکن فقط اُس دیو کو قتل کرو جو اس بُت کا ہم شکل ہو جیسے تم نے حوض میں دیکھا تھا۔ اُس دیو کے مرتے ہی باقی دیو خُود بخُود نیست و نابود ہو جائیں گے۔"

شہزادے نے اُس دیو کو قتل کیا۔ قمراش اُس کا نام تھا۔ قمراش کے مرتے ہی دوسرے تمام دیو پانی کے بُلبُلوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر غائب ہو گئے۔ جب قمراش دیو قتل ہوا، تب عجبستان کے باشندوں نے ہولناک آوازیں سُنیں۔ قَلعے کی تمام پریاں یہ آوازیں سُن کر کہنے لگیں کہ شاہد فاتح طِلسم اپنی کوشش میں کام یاب ہوا اور اُس کا ایک مرحلہ فتح کر

لیا۔ اتنے میں فصیل پر بنے ہوئے دیوؤں کے بُت خود بخود اُوندھے مُنہ گر پڑے۔ بُتوں کے گرتے ہی پریوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، نوبت بجنے لگی اور سب ایک دوسرے کو مبارک باد لگیں کہ حکیم آزر کیواں کا یہی حُکم تھا۔

شہزادہ، قمراش دیو کو قتل کر کے آگے روانہ ہوا۔ ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک بُت خانہ بنا ہوا تھا۔ کُچھ لوگ اس کے گرد گھوم رہے تھے۔ اُن لوگوں کے بدن انسانوں جیسے تھے مگر مُنہ بھیڑیوں کے سے تھے۔ شہزادہ لَوح سَر سے باندھ کر بُت خانے کے اندر گیا۔ دیکھا کہ ایک دیو کی مورت تخت پر رکھی ہے اور وہ بھیڑیے کے مُنہ والے لوگ رو رو کر اُس بُت سے کہتے ہیں کہ اے تیروں سردار، ہمیں بچا۔ سُنا ہے کہ فاتح طِلسم یہاں تک آن پہنچا۔ بُت کے اندر سے آواز آئی۔

"فکر نہ کرو۔ اُسے یہاں آنے دو۔ فوراً قتل کر ڈالوں گا۔" شہزادے نے ایک گوشے میں جا کر لَوح کا معائنہ کیا۔ لکھا تھا:

”جامِ جم اِس بُت کی کھوپڑی پر مارو۔ بُت خانہ تباہ ہو گا۔ بھیڑیا صورت لوگ تمہاری طرف دوڑیں گے۔ تُم اُن سے جنگ کرتے ہوئے بھاگنا۔ ایک چشمے پر پہنچو گے۔ اُس بُت کا ہم شکل دیو چشمے کے دوسرے کنارے پر کھڑا ہو گا۔ شمشیرِ جمشیدی ہاتھ میں لے کر چھلانگ لگانا اور دوسرے کنارے پر پہنچ کر دیو کو قتل کرنا۔ اگر تُم سے پہلے دیو کود کر تمہاری طرف آ گیا تو سمجھ لو سارا کام خراب ہو جائے گا اور تُم سینکڑوں آفتوں میں گھِر جاؤ گے۔ جب تُم دیو کو قتل کرو گے، اس کے بدن میں آگ لگ جائے گی اور اِس کے ساتھ ہی تمام بھیڑیا لوگ جل کر راکھ ہو جائیں گے۔ پھر تُم وہاں سے آگے چل دینا۔ کُچھ دیر بعد نیلے رنگ کے ایک پہاڑ پر پہنچو گے۔ پہاڑ کے دوسری طرف دریائے نیل دِکھائی دے گا۔ اُس میں کود پڑنا۔“

شہزادے نے ایسا ہی کیا۔ چشمے والے دیو کو ہلاک کرتے ہی اُس کے تن بدن میں آگ لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے سب بھیڑیا صورت لوگ بھی سوکھی لکڑیوں کی طرح جلنے لگے۔ شہزادہ اُن کا قصّہ پاک کر کے نیلے پہاڑ پر پہنچا۔ اُس کے دوسری جانب ایک بہت بڑا دریا نظر آیا جو سمندر کی مانند وسیع تھا۔ پانی کا رنگ بھی نیلا نظر آیا۔ لَوح کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے شہزادے نے دریا میں اللہ کا نام لے کر چھلانگ لگا دی۔ ایک دم تہہ میں اُترتا چلا گیا۔ غوطہ لگا کر جب سطح پر اُبھرا تو اپنے آپ کو ایک شان دار کشتی میں سوار پایا۔ اِس کشتی میں چند پریاں نظر آئیں۔ اُنھوں نے کہا:

"اے آدم زاد، چل، تُجھے ہماری مَلِکہ بُلاتی ہے۔ اُس کا شکریہ ادا کرنا تُجھ پر واجب ہے۔ اُسی نے تُجھے دریا میں ڈوبنے سے بچایا۔"

وہ شہزادے کو لے کر کنارے پر آئیں۔ کُچھ فاصلے پر ایک عالی شان محل دکھائی دیا جس کی دیواریں نیلے رنگ کی تھیں۔ اندر ایک دالان میں نیلے

تخت پر ایک بے حد خوب صورت پری بیٹھی مُسکرا رہی تھی۔ اُس نے شہزادے کو اپنے پاس بِٹھا کر کہا :

"اے آدم زاد، میں نے تُجھے دریا میں ڈوبنے سے بچایا۔ اب اِس احسان کا بدلہ اتار۔"

شہزادے نے کہا۔ "جو کہو، کرنے کے لیے تیّار ہوں۔"

مَلِکہ کہنے لگی۔ "دیکھ، اپنے قول سے نہ پھر جانا۔ جو میں کہوں گی، وہی کرنا ہو گا۔"

شہزادے نے کہا۔ "یہ مردوں کا قول ہے۔ یقین نہیں تو آزما کر دیکھ لیجیے۔"

مَلِکہ نے شہزادے کا ہاتھ پکڑا اور دوسرے کمرے میں لے گئی۔ وہاں تخت پر ایک دیو کا بُت رکھا تھا۔ مَلِکہ نے اُس بُت کو سجدہ کیا۔ پھر

شہزادے سے کہا کہ تُو بھی اِس بُت کے آگے سجدے میں جھُک جا اور اپنا وعدہ پورا کر۔

یہ سُن کر شہزادہ دم بخود رہ گیا۔ کُچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے۔ ایک طرف دین تھا تو دوسری طرف قول۔ اِسی فکر میں گُم تھا کہ ایک غیبی آواز کان میں آئی کہ ارے ظالم! کیا سوچتا ہے؟ لَوح پر نگاہ ڈال۔ اِس آواز سے شہزادہ ایک دم ہوش میں آیا اور جلدی سے ایک کونے میں جا کر لَوح دیکھی۔ لکھا تھا:

"اے فاتح طِلسم، جب دریائے نیل میں کودو گے تو کشتی پر اپنے آپ کو سوار پاؤ گے۔ کنارے پر ایک پری سے ملاقات ہو گی۔ اُس کا نام لاسقہ جادُوگرنی ہے۔ وہ تُم سے قول لے کر ایک بُت کے آگے سجدہ کرنے پر مجبور کرے گی۔ یہ بُت توق دیو کا ہم شکل ہے۔ اگر تُم نے لاسقہ جادُوگرنی کے کہنے میں آ کر بُت کو سجدہ کیا تو سب محنت خاک میں مل جائے گی۔

تمھیں چاہیئے کہ جادُوگرنی کا پاؤں پکڑ کر اُسے بُت پر دے مارو تاکہ بُت ٹوٹے اور جادُوگرنی جہنّم میں جائے، پھر توق دیو آئے گا۔ اُسے تلوار سے قتل کرنا۔"

شہزادے نے لاسقہ کا پاؤں پکڑا اور اُسے دونوں ہاتھوں پر اُٹھا کر دھائیں سے بُت پر دے مارا۔ بُت ریزہ ریزہ ہوا۔ اُسی وقت ایک ہولناک آواز کے ساتھ بُت کا ہم شکل دیو نمودار ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں تلوار تھی، جِس کے پھل سے خُون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ اُس نے آتے ہی شہزادے پر حملہ کیا۔ شہزادے نے اپنی تلوار پر اُس کا وار روکا اور جواب میں ایسا ہاتھ مارا کہ دیو کے ہاتھ سے تلوار چھُٹ کر دور جا گری۔ اُس نے یہ دیکھ کر بھاگنے کی کوشش کی، مگر سیاہ مُہرے کی برکت بھاگ نہ سکا۔ شہزادے نے دوسرا وار کیا اور دیو کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔

توق کے قتل ہوتے ہی طوفان برپا ہوا اور گھُپ اندھیرا چھا گیا۔ اِس اندھیرے میں ڈراؤنی آوازیں اور چیخیں دیر تک سُنائی دیتی رہیں۔ بہت دیر بعد طوفان تھما۔ اندھیرا دُور ہوا تو دیکھا کہ نہ وہاں محل ہے، نہ بُت خانہ، ایک لق ودق صحرا ہے۔ شہزادہ آگے بڑھا، لیکن دِل میں سوچتا تھا کہ وہ آواز کس کی تھی جس نے نازک وقت میں مُجھے لَوح کی طرف توجّہ دِلائی تھی؟

صحرا میں کُچھ دور گیا تھا کہ ایک خوب صورت نوجوان ظاہر ہوا اور شہزادے کو سلام کر کے درخت کا ایک پتّا پیش کیا۔ اُس پتّے پر لکھا تھا:

"جب فاتح طِلسم لاسقہ جادُوگرنی کے قریب آن کر توق کے بُت کو سجدہ کرنے کا ارادہ کرے تو اختر جِن پر فرض ہے کہ اُسی وقت شہزادے کو خبردار کرے اور لَوح دیکھنے کی ہدایت کرے۔ اس خدمت کے صلے میں

فاتح طِلسم اُسے نیل کے علاقے کا بادشاہ بنائے گا اور رازداں پری کو وزیر اور مالحہ کو نائب وزیر کا عُہدہ بخشے گا۔"

معلوم ہوا کہ وہ غیبی آواز اُسی اختر جِن کی تھی۔ اُس نے عرض کیا کہ ایک ہزار برس سے آپ کی راہ تکتا ہوں۔ خُدا کا شُکر ہے کہ آج اپنے فرض سے سُبک دوش ہوا۔ شہزادے نے خوش ہو کر اختر جِن کو اُس علاقے کی بادشاہت عطا کی۔

اصلی اور نقلی

شہزادہ وہاں سے روانہ ہو کر ایک شہر میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ اس شہر کے باشندے عجیب ہیں۔ اُن کے جِسم اِنسانوں کے، لیکن مُنہ شیروں کے سے تھے۔ شہزادے کو دیکھتے ہی وہ غرّاتے ہوئے اُس کی طرف لپکے۔ شہزادے نے دو تین کو تلوار سے موت کے گھاٹ اتارا، لیکن جب ہزاروں نے اُسے گھیرنے کی کوشش کی تو لَوح سر سے باندھ کر اُن کی نظروں سے غائب ہوا۔

پھرتے پھراتے شہر کے دیوان خانے میں پہنچا۔ دیکھا کہ ایک تخت پر ہیبت ناک صورت کا ایک دیو بیٹھا ہے۔ دوسرے تخت پر اُسی دیو کا ہم شکل سونے کا ایک بہت دھرا ہے۔ اُس بُت کو بہت عمدہ لباس پہنایا ہے۔ ننگی تلوار، نیزہ اور ڈھال بھی بُت کے پاس رکھی ہے۔ اُس وقت چند شیر صورت لوگوں نے دیوان خانے میں آکر دہائی دی کہ اے اَلقوم، فاتح طِلسم اِس۔ شہر میں آیا اور فلاں فلاں کو قتل کر کے غائب ہو گیا۔

اَلقوم دیو نے ہنس کر کہا۔ "اُسے آنے دو، میرے ہاتھ سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ یہ تلوار، نیزہ اور ڈھال میں نے اُسی کے واسطے تیّار کر رکھی ہے۔

شہزادے نے ایک گوشے میں جا کر لَوح سر سے اُتاری۔ اُس پر یہ عبارت لکھی تھی :

”جب شیروں کے شہر میں پہنچو تو دیوان خانے میں جا کر پہلے اُس سونے کے بُت کو توڑو جو اَلقوم کا ہم شکل ہے۔ اِس کے بعد اَلقوم دیو کو جہنّم میں پہنچاؤ۔ اَلقوم کے جواہر خانے سے ایک تاج تمہیں ملے گا۔ یہ بات سمجھ لو کہ یہ شہر اصلی ہے، لیکن اِس کے باشندے سب نقلی ہیں۔ اَلقوم دیو کے قتل کے بعد ایک فقیر زرد پوش آئے گا۔ اُس سے کہنا کہ اے اسلاق جِن، خُدا پر ایمان لا۔ جب وہ ایمان لانے کا اقرار کرے تب اُس سے کہنا کہ اِس شہر کی حکومت تُجھے دی جائے گی۔ تخت و تاج میرے واسطے حفاظت سے رکھنا۔ اِس کارروائی کے بعد اَلقوم دیو کا وہ تخت اُٹھانا جس پر وہ بیٹھا تھا۔ اُس تخت کے نیچے ایک سُرنگ ملے گی۔ سُرنگ میں داخل ہونا۔ اِس کے بعد ضرورت پیش آئے تو لَوح سے مشورہ کرنا۔“

شہزادے نے لَوح کی ہدایت کے مطابق اَلقوم دیو کو قتل کیا۔ پھر اِسلاق جِن فقیر زرد پوش بن کر نمودار ہوا۔ اُس سے تخت و تاج کی حفاظت کا وعدہ

لیا۔ اِس کے بعد اَلقوم دیو کا تخت اُٹھا کر سُرنگ میں گیا۔ وہاں بے پناہ اندھیرا تھا۔ اندازے سے ایک جانب کو چلتا گیا۔ روشنی میں پہنچا تو اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے پایا۔ وہاں سخت گرمی تھی۔ ہر پتھرّ تنور کی طرح تپ رہا تھا۔ شہزادے کو پیاس لگی۔ پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی، مگر پانی کا ایک قطرہ نہ ملا۔ پیاس کی شدّت سے تالو چٹخنے لگا اور زبان پر کانٹے سے پڑ گئے۔ مجبور ہو کر لَوح سے مدد چاہی۔ لکھا تھا:

"اِس پہاڑ سے کوس بھر دور عقیق پتھرّ کا ایک ٹیلا ہے۔ اُس ٹِیلے کے اندر سُرخ رنگ کے پانی کا چشمہ چھُپا ہوا ہے۔ خبردار! یہ پانی پینے کے لیے نہیں ہے۔ اگر اِس کا ایک قطرہ بھی تمہارے حلق سے اُترا تو اُسی وقت جل جاؤ گے۔ اِس چشمے میں آنکھ بند کر کے غوطہ لگاؤ۔ جب اُبھرو گے، اپنے آپ کو اُس پہاڑ کے۔ دامن میں پاؤ گے۔ وہاں سے ایک کوس مشرق کی جانب جاؤ۔ پتھرّ کا ایک بُت دُور ہی سے دِکھائی دے گا۔ اُس بُت کی

آنکھوں، کانوں اور مُنہ سے آگ کے شُعلے نکلتے ہوں گے۔ یہ اُسی آگ کی حِدّت ہے کہ صحرا تپ رہا ہے، لیکن سُرخ چشمے میں غوطہ لگانے کے سبب یہ آگ تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچائے گی۔ بے خوف ہو کر جاؤ اور اُس بُت کے ناک کان کاٹ ڈالو۔ پھر شمشیرِ جمشیدی اُس کی کمر پر مارنا اور بُت کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا۔"

شہزادے نے ایسا ہی کیا۔ آگ کی تپش اتنی تھی کہ شہزادے کی جگہ کوئی اور ہوتا تو کباب کی طرح بھُن جاتا لیکن اُس پر کُچھ اثر نہ ہوا۔ جھٹ بُت کے ناک کان کاٹ ڈالے۔ پھر تلوار مار کر اُسے ریزہ ریزہ کیا۔ ایک دم صحرا میں گھُپ اندھیرا چھا گیا اور دیر تک ہولناک چیخیں سُنائی دیتی رہیں، جیسے ہزاروں درندے رو رہے ہوں۔

بہت دیر بعد روشنی ہوئی تو شہزادے نے اپنے آپ کو ایک گُنبد کے نزدیک کھڑے پایا۔ گُنبد نہایت عالی شان اور وسیع تھا۔ لیکن اب جو دیکھا

تو دروازہ بند۔ شہزادے نے ہرچند دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ دروازہ مُنہ کھلا۔ آخر لَوح کو دیکھا۔ لکھا تھا :

"جو درخت گُنبد کے سامنے ہے، اُس کے نیچے جا کر اِسم اعظم پڑھو۔ ایک پرندہ نمودار ہو کر تُم سے پوچھے گا، کیا چاہیے؟ اُس سے کہنا کہ اُس دروازے کی کُنجی تیری چونچ ہے۔ اُسے کھول کہ اب طِلسم کی فتح کا وقت قریب آیا۔ میں سمصال کو قتل کر کے تیری حاجت کو پورا کروں گا۔ یہ کہہ کے لَوح اور جام اُس پرندے کو دِکھانا۔ پرندے کا نام خیلان جِن ہے۔ وہ اپنی چونچ سے گنبد کے دروازے کا تالا کھولے گا اور سمصال کے خوف سے غائب ہو جائے گا۔"

شہزادے نے اِس ہدایت کے مطابق خیلان جِن سے دروازہ کھلوایا اور اندر گیا۔ دیکھا کہ ایک سر سبز اور نفیس باغ ہے۔ کُچھ فاصلے پر ویسا ہی دوسرا گُنبد تھا۔ لَوح سر سے باندھ کر اُس گُنبد میں گیا۔ دیکھا کہ بُہت سے

لوگ دائرہ بنائے بیٹھے کُچھ منتر پڑھ رہے ہیں۔ درمیان میں ایک تابوت ہے۔ تابوت کے پاس ایک کُرسی ہے اور کُرسی پر ایک دیو کا بُت دھرا ہے۔

اتنے میں ایک قومی ہیکل، لمباتڑنگا دیو آیا۔ اُس کے آتے ہی منتر پڑھنے والے خاموش ہو گئے۔ دیو نے خود منتر پڑھ کر اُس تابوت پر پھُونک ماری۔ تابوت میں ایک پری بے ہوش پڑی تھی۔ دیو کے دم کرتے ہی وہ پری ہوش میں آئی۔ دیو نے کہا :

"اے راحت افزا پری، خیلان جِن کو بھول جا اور مُجھ سے شادی کا اِرادہ کر، ورنہ تو مُجھے اچھّی طرح جانتی ہے۔ چاہوں تو تیرا اور خیلان جِن کا ابھی خاتمہ کر دوں۔"

راحت افزا پری نے جواب دیا۔ "اے سمصال، جو تیرے جی میں آئے کر۔ مُجھے مرنا قبول ہے مگر تُجھ سے شادی ہر گز نہ کروں گی۔"

شہزادہ لَوح سر سے اُتار کر ظاہر ہوا۔ سمصال نے طیش میں آکر گُرز سے حملہ کیا مگر شہزادے نے وہی بُت اُٹھا کر سمصال پر دے مارا۔ یہ ضرب دیو برداشت نہ کر سکا۔ اُس کی کھوپڑی پاش پاش ہوئی اور دوسرے جو منتر پڑھتے تھے، خود بخود فنا ہو گئے۔

سمصال کے جہنّم رسید ہوتے ہی خیلان جِن آیا اور شہزادے کے پیروں کو بوسہ دیا۔ شہزادے نے اُسے خُدا پرستی کی تلقین کی۔ پھر راحت افزا پری کو اُس کے حوالے کیا۔

اِس کے بعد شہزادے نے لَوح پر نظر ڈالی۔ لکھا تھا: "اس باغ کے ساتھ ہی پہاڑ ہے۔ اُس کی چوٹی پر ایک درخت دیکھو گے جس میں پھلوں کے بجائے سیاہ سانپ لٹک رہے ہوں گے۔ اُس درخت کے دائیں جانب ایک کالا پتھرّ اور بائیں جانب سفید پتھرّ پڑا ہو گا۔۔۔۔ اسمِ اعظم پڑھ کر کالے پتھرّ کو سفید پتھرّ پر مارنا۔ ایک شُعلہ پیدا ہو گا اور اُس درخت کو سانپوں

سمیت جلا دے گا۔ درخت کے جلنے سے گاڑھے رنگ کا سیاہ دھواں چاروں طرف پھیل جائے گا۔ تُم جامِ جم سر پر رکھ کے اور آنکھیں بند کر کے بیٹھ جانا۔ اُسی وقت ایک کالا دیو تمھارے سر پر گُرز مارے گا، لیکن جامِ جم کی برکت سے تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ جب دھواں دور ہو گا، وہ دیو تمھاری دہشت سے بھاگے گا۔ تُم اُس کے پاؤں پر تیر مارنا۔ وہ تیر کھا کر اشقال دیو کے پاس جائے گا۔ اشقال تُم سے جنگ کرے گا، لیکن آخر کار تمھارے ہاتھ سے مارا جائے گا۔"

شہزادے نے لَوح کی ہدایات پر عمل کیا۔ جب کالا دیو پاؤں میں تیر کھا کر بھاگا تو کُچھ دیر بعد جبلان جِن اور راحت افزا پری پانچ ہزار لشکر کے ساتھ حاضر ہوئے۔ اُن کے بعد اسلاق زرد پوش تاج و تخت سمیت آیا۔ بیس ہزار دیوؤں اور پریوں کا لشکر اُس کے ساتھ تھا۔ شہزادے نے ایک

مبارک ساعت میں تختِ جمشیدی کو رونق بخشی اور تاج سر پر رکھا۔ اِس کے بعد اشقال دیو کے علاقے کی جانب روانہ ہوا جس کا نام اشقالیہ تھا۔

وہ کالا دیو جس نے شہزادے کا تیر پاؤں میں کھایا تھا، اُس کا نام خولک تھا۔ وہ چیختا چلّاتا اور تکلیف سے دھاڑتا ہوا اشقال کے پاس گیا اور خبر دی کہ فاتحِ طلسم آن پہنچا۔ یہ سُن کر اشقال دیو نے اپنے لشکر کو تیّاری کا حُکم دیا۔

دو دِن بعد جنگ شروع ہوئی۔ شہزادے نے اشقال کے کئی نامی گرامی سپہ سالاروں کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ آخر پاسنگ آہن مُقابلے کے لیے آیا۔ اُس نے آتے ہی اس قدر گُرز شہزادے پر برسائے کہ اُس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو ہڈّیاں سُرمہ بن گئی ہوتیں۔ شہزادے نے اُس کا ہر وار اپنی ڈھال پر روکا۔ آخر پاسنگ آہن پر تھکن کے آثار ظاہر ہوئے۔ تب شہزادے نے کہا :

"اے بے شرم !ایک وار میرا بھی روک۔"

دیو نے کوئی جواب نہ دیا اور پھر گُرز مارنے کے لیے اُٹھایا۔ شہزادے نے وار خالی دے کر شمشیرِ جمشیدی سے حملہ کیا۔ پاسنگ آہن ڈر کر بھاگا اور اشقال کے پاس پہنچا۔ شہزادے نے بیچا کیا اور اُس کے پیٹ میں وہی نیزہ مارا جو اُس کے سینگ سے بنوایا تھا۔ پاسنگ آہن نیزہ لگتے ہی دھڑام سے گرا اور خُون اُگل اُگل کر مر گیا۔

یہ دیکھ کر اشقال کے طیش کی حد نہ رہی۔ شہزادے کو غافل پا کر ایسا تیر مارا کہ دو انگل کے قریب شہزادے کے سر میں گُھس گیا۔ شہزادے نے تیر سر سے نکال کر پھینک دیا اور شمشیرِ جمشیدی سے اشقال پر حملہ کیا۔ لیکن اشقال وہاں سے بھاگ گیا۔ شہزادہ اشقال کے لشکر میں گُھس گیا اور سینکڑوں دیوؤں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اشقال پھر حملہ کرنے کے ارادے سے شہزادے کی طرف آیا۔ شہزادے نے اس مرتبہ اپنا گُرز اس کے سینے پر مارا۔ وہ اُلٹ کر گِرا اور پھر بھاگا۔ اتنی دیر میں شہزادے

کے زخمی سر سے خُون بڑی مقدار میں نکل چکا تھا اور اُس کی حالت بگڑتی جا رہی تھی۔ تلوار چلانا اُس کے لیے مشکل ہو گیا۔ آخر اُس کے رفیق اُسے میدانِ جنگ سے نکال کر لے گئے۔

راز داں اور راحت افزا پری نے بہتیرے مرہم شہزادے کے زخم پر لگائے۔ حتّیٰ کہ مرہمِ سلیمانی بھی استعمال کیا گیا، لیکن کسی مرہم نے فائدہ نہ دیا اور زخم ٹھیک نہ ہوا۔ شہزادہ کبھی زخم کے بھر آنے کی خُدا سے دُعا مانگتا اور کبھی مالحہ پری کے آنے اور شمشیرِ برق لے آنے کی مناجات کرتا۔ جب تکلیف حد سے گُزر گئی تب مالحہ پری حاضر ہوئی اور شمشیرِ برق پیش کر کے ایک مرہم بھی دیا جس کا نام مرہم شفا بخش تھا۔ جب وہ مرہم لگایا، اُسی وقت زخم سے خون بہنا بند ہوا، اور تکلیف آہستہ آہستہ دور ہونے لگی۔ یہاں تک کہ ایک دِن اور ایک رات میں زخم بالکل بھر گیا اور سر پر اُس کا نشان تک باقی نہ رہا۔ شہزادے نے خوش ہو کر کہا :

"اے مالحہ، تُم عجب وقت پر آئیں اور وہ خدمت بجا لائیں جو اس طِلسم میں کسی اور نے اب تک نہیں کی۔ اب یہ بیان کرو کہ شمشیر کس طرح حاصل کی اور مرہم شفا بخش کہاں سے لائیں۔"

مالحہ پری نے کہا۔ "اے شہزادے، جس روز حُضُور طِلسم تخت میں تشریف لائے، اُس سے ایک روز پہلے میرا گزر ایک گُنبد کے قریب سے ہوا۔ ایک دیو اُس گُنبد پر بیٹھا تھا۔ اُس نے مُجھے پکڑ لیا اور ہلاک کرنا چاہا مگر میں نے منّت سماجت کی تو اُس نے مُجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ خبردار! آیندہ اِدھر مت آنا۔ اِس گُنبد میں شمشیرِ برق رکھی ہے اور طِلسم تخت کے بادشاہ کی موت اِس شمشیر سے ہوگی۔

میں دیو کی یہ بات سُن کر وہاں سے چلی آئی۔ کسی سے اِس کا ذکر نہ کیا۔ اتنے میں آپ تشریف لائے اور مُجھے خُدا پرستی کی تلقین کر کے شمشیرِ برق لانے کو روانہ کیا۔ میں پھر اُسی دیو کے پاس گئی۔ اُس نے ناراض ہو کر کہا

کہ اے بے وقوف پری، تُو پھر آ گئی حال آں کہ میں نے تُجھے سختی سے منع کیا تھا کہ اِدھر مت آنا، دیو کی یہ دھمکی سُن کر میں خوب روئی۔ اُس نے پوچھا کہ روتی کیوں ہے تو میں نے جواب دیا کہ میرے ماں باپ مر گئے اور دُشمن مُجھے مارڈالنے کے در پے ہیں۔ اب پناہ لینے کے لیے تیرے پاس آئی ہوں، تُجھے اختیار ہے کہ مُجھے بچالے یا خود اپنے ہاتھ سے قتل کر دے۔

اے شہزادے، دیو یہ حال سُن کر مُجھ پر مہربان ہوا اور مُجھے وہیں رہنے کی اجازت دے دی۔ ایک دِن میں نے دیو کو اداس دیکھا اور پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اُس نے کہا کہ گُنبد کے اندر دیوار پر ایک پتھرّ لگا ہے۔ اس پتھرّ پر ایک تصویر بنی ہے۔ جب اُس تصویر کو دیکھتا ہوں، دِل گھبرانے لگتا ہے۔ نہ معلوم یہ تصویر کس کی ہے اور یہاں کیوں بنائی گئی ہے۔ میں نے کہا، اچھّا، مُجھے وہ تصویر دکھا۔ دیو کہنے لگا کہ میرے سوا کسی کو گُنبد کے اندر جانے کا حکم نہیں۔

میں نے بہت خوشامد کی کہ دیو کسی طرح مُجھے گُنبد کے اندر جانے کی اجازت دے مگروہ نہ مانا۔ آخر میں چُپ ہو گئی۔ رات کو خواب میں حکم آزر کیواں دِکھائی دیا۔ اُس نے مُجھے ایک منتر سکھایا اور کہا کہ یہ منتر پڑھ کر دیو پر دم کر وہ غافل ہو جائے گا۔ پھر گُنبد کے اندر جا کر شمشیرِ برق نکال لینا۔ یہ شمشیر ایک صنُدوق میں بند ہے۔ اِس کے علاوہ مرہم شفا بخش بھی اُسی صنُدوق میں ہے۔ شمشیر اور مرہم لے کر جلدی فاتح طِلسم کی خدمت میں پہنچ کہ اُسے اشقال دیو نے اپنے تیر سے زخمی کر دیا ہے اور اِس مرہم کے سوا دُنیا میں اُس کے زخم کا کوئی علاج نہیں ہے۔ چناں چہ میں نے وہ منتر پڑھ کر دیو پر پھونکا۔ وہ اُسی وقت گہری نیند سو گیا۔ میں گُنبد میں گئی۔ وہ تصویر دیکھی۔ یہ ایک پری کی تصویر تھی۔ میں نے اُسے پہچان لیا کہ اشقال دیو کی بیٹی ہے۔ پھر صنُدوق کھول کر مرہم اور شمشیرِ برق نکال کر یہاں چلی آئی۔ یہ ہے میری کہانی۔"

تیسرے روز اشقال کا بھائی سمصال دیو میدان میں آیا۔ شہزادہ اُس کے مُقابلے کو گیا اور تلوار کے ایک ہی وار سے اُس کی گردن اُڑا دی۔ اپنے بھائی کی موت پر اشقال غضب ناک ہو کر خود میدان میں آیا اور پے بہ پے حملے کیے۔ شہزادے نے اُس کے ہر حملے کا توڑ کیا۔ پھر خُدا کا نام لے کر شمشیرِ برق بُلند کی اور ایسی ضرب ماری کہ اشقال دیو دو ٹکڑے ہو گیا۔ اشقال کے ہلاک ہوتے ہی اُس کی فوج بے تحاشا میدان سے بھاگی۔ جو بھاگنے کے قابل نہ تھے، اُنھوں نے شیطان پرستی سے توبہ کی اور ایک خُدا پر ایمان لائے۔

اس مُہم سے فارغ ہو کر شہزادے نے اشقال دیو کے وزیروں اور امیروں سے پوچھا کہ طِلسم کے بانی شاہ جمشید کا تخت و تاج کہاں ہے؟ اُنھوں نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا کہ اِس شہر کے قریب ایک باغ ہے تخت و تاج جمشیدی دونوں اُس باغ میں ہیں۔ سات دیو اُن کی نگہبانی پر

مقرّر ہیں جو طِلسمی طاقت کے سبب اتنے شہ زور ہیں کہ کوئی دیو یا جِن اُن کا مُقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک دیو باغ کے باہر پہرا دیا ہے اور چھ دیو باغ کے اندر رہتے ہیں، دروازہ ہمیشہ بند رہتا ہے اور اسے کھولنے کی ترکیب بھی ان دیوؤں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اشقال دیو کو بھی اُس باغ میں گھُسنے کی اجازت نہ تھی۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ ساتوں دیو خُدا کو ماننے والے ہیں، اور فاتح طِلسم کو دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔ لیکن امتحان لینے کے لیے وہ فاتح طِلسم سے ضرور کریں گے۔ شہزادے نے لَوح سے مشورہ کیا۔ اُس نے بھی یہی باتیں بتائیں۔ اللہ کا نام لے کر دوسرے روز شہزادہ اُس باغ کی طرف روانہ ہوا۔

حکیم آزر کیواں

باغ شہر سے نکلتے ہی نظر آ گیا۔ دیکھا کہ باغ سے پہلے پانی کا ایک بڑا چشمہ ہے اور چشمے کے کنارے چِنار کے درخت کھڑے ہیں۔ اِن درختوں کے سائے میں جانوروں کی کھالوں کا فرش لگا ہے اور اِس فرش پر ایک زبردست دیو آلتی پالتی مارے بیٹھا ہے۔

دیو نے شہزادے کو دیکھا تو ہاتھی کی طرح چنگھاڑا اور شیر کی مانند دہاڑا۔ پھر بولا: "اے آدم زاد، تُو کون ہے اور یہاں کیوں آیا؟"

شہزادے نے جواب دیا کہ میں اِس طِلسم کا فاتح ہوں۔" یہ سُن کر دیو اُٹھ کھڑا ہوا اور ادب سے گردن جھُکا کر کہنے لگا۔ "اگر تُو سچ کہتا ہے تو میں تجھے خوش آمدید کہوں گا۔ ہزار برس سے تیری زیارت کی تمنّا تھی، لیکن آزمائش شرط ہے۔ تجھے مُجھ سے کُشتی لڑنی ہوگی۔ اگر تو حقیقت میں اِس طِلسم کا فاتح ہے تو مُجھے پچھاڑ لے گا۔" شہزادے نے شرط منظور کی اور دیو سے کُشتی شروع ہوئی۔ سیاہ مہرے اور جامِ جم کی برکت سے شہزادے نے تین مرتبہ اپنے ہاتھوں پر اُس دیو کو اُٹھایا اور فرش پر دے مارا۔ آخر دیو نے اُس کے قدم چومتے ہوئے کہا:

"بس حضور، آپ جیت گئے۔ اب میں ہر طرح آپ کا غُلام ہوں۔ میرا نام الجُوق بادیہ نشین ہے۔ جو حُکم ہو، بجا لاؤں۔"

"باغ کا دروازہ کھول دو۔" شہزادے نے کہا۔

دیو نے اُسی وقت کُچھ پڑھ کر دروازے پر دم کیا۔ دونوں کِواڑ کھُل گئے۔ باغ میں جا کر شہزادے نے باقی سب دیووٗں کو بھی باری باری پچھاڑا۔ دوسرے دیو کا نام السُّوق، تیسرے کا خمطوش، چوتھے کا دلخُوم، پانچویں کا قرنُوس، چھٹے کا جم جاس اور ساتویں کا نام دَوی راج تھا۔ انہوں نے سچّے دِل سے شہزادے کی فرماں برداری قبول کی۔

دَوی راج دیو شہزادے کو تخت کے پاس لے گیا۔ شہزادے نے ایسا نفیس اور قیمتی تخت و تاج اپنی عُمر میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ تخت کا گھیرا بارہ گز کا تھا اور اُس پر بارہ بُرجوں کی شکلیں بنی ہوئی تھیں۔ تاج میں سات کنگرے تھے اور ہر کنگرے پر ایک جواہر بیش قیمت اُسی رنگ کا جَڑا تھا جس رنگ کا وہ بُرج تھا۔ شہزادے نے خوش ہو کر تخت پر بیٹھنے کے ارادے سے قدم بڑھایا، لیکن تخت خشک تِنکے کی طرح کانپنے لگا۔ شہزادے نے

خیال کیا کہ شاید ابھی تخت پر بیٹھنے کی مبارک گھڑی نہیں آئی۔ یہ سوچ کر لَوح پر نگاہ ڈالی۔ لکھا تھا:

"اے اقبال مند شہزادے، طِلسم جمشیدی اور آصفی کی فتح تُجھے مبارک ہو۔ لیکن یکایک تخت پر مت بیٹھنا۔ تخت کے نیچے ایک تہ خانہ ہے، اُس میں جانا۔ وہاں موم سے بنا ہوا ایک بُت رکھا ہے۔ یہ بُت دراصل پیر جمشید کا ہے۔ اُس بُت کی گردن میں ایک لَوح پڑی ہے۔ وہ لَوح اُتار لینا اور اس پر جو لکھا ہو، اُسے عمل میں لانا۔"

شہزادے نے تہ خانے میں اُتر کر وہ لَوح حاصل کی اور باہر آ کر اُس کی عبارت پڑھی۔ لکھا تھا:

"اے فاتح طِلسم، تُو اتنی مُشکلوں اور مُصیبتوں کے بعد یہاں تک پہنچا اور طِلسم جمشید کا بہت بڑا حصّہ فتح کرنے میں کام یاب ہوا۔ تُجھے ہماری نصیحت کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن اِس قدر کہتا ہوں کہ دُنیا کی ہر شے فانی اور مِٹ

جانے والی ہے۔ سوائے نیکی اور بھلائی کے کُچھ باقی نہیں رہتا۔ اپنے آپ کو ہمیشہ کم زور اور عاجز سمجھنا چاہیے۔ دُنیا کے مال پر بھروسا نہ کر کہ وہ ناپائیدار ہے۔ کسی کو تکلیف مت پہنچا اور کسی کا دِل نہ توڑ۔ جہاں تک ہو سکے، خُدا کی مخلوق کے کام آ۔ اِس تخت و تاج کی بے شمار خوبیاں ہیں۔ کہاں تک گنواؤں۔ اِن دونوں کو حکیم آزر کیواں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ آگے چل کر تیری مُلاقات اُس حکیم سے ہونے والی ہے جو روحوں کی دُنیا سے نکل کر تیری ملاقات کے لیے آئے گا۔ اب خُدا کا نام لے کر تاج پہن اور تخت پر بیٹھ۔ اِس کے بعد اپنے خادموں کو طلب کر اور جشن منانے کا حُکم دے۔ جشن کے بعد عجبستان میں جانے کی راہ دریافت کرنا۔"

سات روز تک دِن رات خوشیاں منائی گئیں۔ پھر شہزادے نے دیوؤں اور جِنوں سے پوچھا کہ عجبستان کی راہ کِدھر ہے؟ الجوق دیو نے عرض کیا کہ

اِس باغ اور عجبستان کے درمیان فقط ایک دیوار ہے مگر اُس دیوار پر سے گُزرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ شہزادے نے حُکم دیا کہ کوئی ہمارے سامنے اُس دیوار پر سے گُزرے۔ یہ حُکم پا کر ایک جِن اُڑا۔ شہزادے نے دیکھا کہ جِن جس قدر اونچا اُڑتا ہے، دیوار اُسی قدر اُونچی ہوتی جاتی ہے۔ شہزادے نے لَوحِ زُحل سے مشورہ کیا۔ لکھا تھا: "اے شہزادے، سات خُدا پرست دیوؤں کو حُکم دو کہ تُمھیں تختِ جمشیدی پر سوار کر کے جہاں تک اُن میں اُڑنے کی قوّت ہو، اُڑیں اور جس قدر اُونچائی پر جا سکتے ہوں، جائیں۔ پھر وہاں سے نیچے اُترنا شروع ہوں۔ جوں ہی دیوار پر تخت کا سایہ پڑے گا، وہ آپ ہی آپ چھوٹی ہونے لگے گی اور تھوڑی دیر بعد بالکل غائب ہو جائے گی۔ اِس کے بعد تُم عجبستان میں داخل ہو کر اِس تخت پر دیوانِ عام میں دربار کرو۔ جمشیدی نوبت خانے کو غیبی جِن بجائیں گے اور اُن

نقّاروں کی آواز عجبستان کے باشندوں کے کان میں پہنچے گی۔ جب آواز تھم جائے، تب تُم نوبت خانے میں جانا اور خُدا کی قدرت کا تماشا دیکھنا۔“

شہزادہ نوبت خانے میں داخل ہوا تو وہاں قبر کی مانند اندھیرا پایا۔ کسی طرف سے روشنی کی کوئی کِرن نظر نہ آتی تھی۔ پریشان ہو کر واپس جانے کا ارادہ کیا لیکن اِتنی ہی دیر میں نوبت خانے کا دروازہ غائب ہو چکا تھا۔ حیران ہوا اور سمجھ گیا کہ اِس میں ضرور کوئی خاص بات ہے۔

اندھیرے میں راستہ ٹٹولتا ہوا آگے بڑھا۔ رفتہ رفتہ روشنی میں آیا اور دریا کے بہنے کی آواز کان میں آئی۔ کیا دیکھتا ہے کہ کُچھ فاصلے پر ایک بڑا دریا زور شور سے بہہ رہا ہے۔ دوسرا کنارہ پانی کی برسات کے باعث نظر ہی نہیں آتا۔ قریب گیا تو بہت سے لوگوں کو ایک بڑی کشتی میں سوار ہوتے ہوئے پایا۔ پتا چلا یہ دریا سفائن شہر کے کنارے کے باشندے ہیں۔ اُنھوں نے شہزادے کو بھی اپنی کشتی میں سوار کر لیا۔

شہزادے نے کشتی میں ایک خُوب صُورت عورت کی لاش دیکھی۔ لاش کا بدن سبز ہو گیا تھا۔ مُنہ کے کناروں سے نیلا نیلا جھاگ اُبل رہا تھا۔ ایک نوجوان لاش کے سرہانے بیٹھا چیخ چیخ کر رو رہا تھا۔ شہزادے نے ایک شخص سے پوچھا کہ ماجرا کیا ہے؟

اُس نے بتایا کہ اِس نوجوان کا نام تولک ہے۔ اِس کے باپ کا نام شالک ہے اور وہ زمین نیک کا بڑا رئیس ہے، یہ مُردہ عورت تولک کے چچا کی بیٹی ہے۔ چند روز ہوئے اِس کی شادی تولک سے ہوئی مگر اُسی روز ایک کالے سانپ نے اِسے ڈس لیا اور یہ بے چاری مر گئی۔ سُنا ہے کہ کالے سانپ کے زہر کا اُتار حکیم آذر کیواں کے پاس ہے۔ یہ حکیم دریائے مُحیط کے کسی جزیرے میں رہتا ہے اور شہر کُرسی کے باشندوں کی اکثر مدد کیا کرتا ہے۔ اَب ہم اُس جزیرے کی تلاش میں جا رہے ہیں جہاں حکیم آزر کیواں رہتا ہے۔

سفر شروع ہوا۔ جُوں ہی کوئی جزیرہ دِکھائی دیتا کشتی کنارے پر روک کر
جزیرے پر اُترتے اور اُس کی مٹّی اچھّی طرح سونگھتے۔ پھر مایوس ہو کر واپس
کشتی پر آتے اور آگے بڑھتے۔ کئی دِن بعد ایسے جزیرے میں پہنچے جو باغِ
بہشت کا ایک ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ کشتی والوں نے وہاں بھی اُتر کر خاک
سُونگھی اور ایک دم خُوشی سے غُل مچا دیا کہ جس جزیرے کی ہمیں تلاش
تھی، وہ مل گیا ہے۔

غرض سب کشتی سے اُتر کر وہیں ٹھہر گئے۔ دِن رات دُعائیں کرتے،
روتے اور گڑگڑاتے کہ اے حکیم آزر کیواں، اِس بے چاری عورت کے
حال پر ترس کھاؤ۔ تین دِن بعد اچانک ایک شخص وہاں نمودار ہوا۔ چھوٹا
قد، چہرے کا رنگ کالا اور داڑھی سفید۔ اُسے دیکھتے ہی سب لوگوں نے
بڑھ کر اُس کے ہاتھ پاؤں چُومے۔ آزر کیواں نے ایک نظر آسمان پر ڈالی۔

پھر کہا: "صرف پانچ لمحے اِس عورت کی زندگی کے باقی رہ گئے ہیں۔ سانپ کا زہر دُور کرانے سے کیا حاصل ہوگا؟"

یہ سُن کر نوجوان تو لک زار زار رویا اور کہنے لگا کہ میں اپنی آدھی عُمر اِس عورت کو بخشتا ہوں۔"

آزر کیواں نے کہا۔ "اے نوجوان، تُجھے چوں کہ موت اور زندگی کی حقیقت معلوم نہیں ہے، اِس لیے ایسی بات کہتا ہے۔ خیر، مُجھے تیری حالت پر ترس آتا ہے اِس لیے میں اِس عورت کا علاج کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر حکیم آزر کیواں نے کُچھ پڑھ کر بے ہوش عورت پر دم کیا۔ اُس کے بدن سے کالے رنگ کا پسینا سا نکلنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے آنکھیں کھول دیں اور اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اہلِ سفائن خُوشی سے ناچنے لگے اور عورت کو ساتھ لے کر چلے گئے۔

شہزادے نے آزر کیواں کو سلام کیا اور کہا۔ "اے بزرگ، مُجھے شہر کُرسی دیکھنے کی آرزو ہے۔ کیا کوئی ایسی تدبیر ہے جس پر عمل کر کے اُس شہر کی سیر کر سکوں؟"

آزر کیواں نے ہنس کر جواب دیا۔ "برخوردار، آرزو کے کیا معنی۔ وہ شہر بنایا ہی اِس لیے گیا ہے کہ تُم اُس کی سیر کرو۔ کل ہفتے کا روز ہے۔ میں پہلی ساعت میں یہاں ضرور آؤں گا۔ پھر تُم مُجھ سے ملاقات کرنا۔ اگر کسی سبب سے تُم پہلی ساعت میں یہاں نہ آ سکو تو ہر آٹھویں ساعت میں آنا۔"

یہ کہتے ہی آزر کیواں غائب ہو گیا۔ شہزادہ ایک درخت کے نیچے جا بیٹھا۔ پھر نیند آئی تو سو گیا۔

شہزادہ صُبح کے وقت پہلی ساعت میں حکیم آزر کیواں سے ملنے کے لیے روانہ ہوا۔ یکایک ایک تیز روشنی نظر آئی، پھر غائب ہو گئی۔ چند قدم بعد

دوسری جانب سے وہی روشنی ظاہر ہوئی۔ شہزادے نے غور سے روشنی کو دیکھا۔ یہ ایک بڑا اور روشن ستارہ تھا جو آسمان میں گردش کرتا تھا۔ کبھی شمال سے جنوب کو اور کبھی جنوب سے شمال کی طرف جاتا تھا۔ تھوڑی دیر چمکنے کے بعد غائب ہو جاتا اور کُچھ نظر آنے لگتا۔ ستارہ اتنی تیزی سے گردش کر رہا تھا کہ اُس پر نگاہ جمانی مُشکل تھی۔

شہزادہ اِس تماشے میں ایسا مشغول ہوا کہ پہلی ساعت گُزر گئی۔ وقت نکلنے کے بعد ملاقات کی جگہ پہنچا تو آزر کیواں کو نہ پایا۔ آخر سات ساعتوں کے لیے انتظار کے بعد حکیم آزر کیواں نمودار ہوا۔ شہزادے نے سلام کر کے اُس روشن ستارے کے بارے میں پوچھا۔ اُس نے بتایا کہ جب سے طِلسم بنایا گیا تو بنانے والوں نے اس کی چودہ منزلیں مقرّر کی تھیں۔ ابھی گیارہ منزلیں تمہاری نگاہ سے گُزری ہیں۔ باقی تین منزلیں ابھی دیکھو گے۔ اِن منزلوں کے قلعے بھی الگ الگ ہیں۔ یہ روشن ستارہ نویں

آسمان کی مثال ہے۔ لیکن تمہیں اب طِلسم فلک البرُوج کی راہ سے آگے جانا ہے۔"

شہزادے نے کہا۔ "اُس راہ سے مُجھے آگاہ فرمائیے۔"

یہ سُن کر آزرکیواں آگے چلا اور شہزادے کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ کئی کوس دُور جا کر ایک چشمہ نظر آیا۔ اُس چشمے کے قریب پہنچ کر آزرکیواں نے کہا:

"اے فاتح طِلسم، اگر شہر کُرسی میں جانے اور وہاں کے حالات دیکھنے کا ارادہ ہے تو پہلے اِس چشمے میں غوطہ لگاؤ۔"

شہزادے نے فوراً کپڑے اُتارے اور چشمے کی طرف گیا۔ پہلے ہاتھ لگا کر پانی کو دیکھا۔ معلوم ہوا نِری برف ہے۔ اگر اِس میں غوطہ لگایا تو بدن میں خُون جم جائے گا۔ اِسی فکر میں تھا کہ آزرکیواں نے کہا:

"ٹھنڈے پانی سے مت ڈرو۔ یہ تمھیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ خُدا کا نام لے کر غوطہ لگاؤ۔"

شہزادے نے آنکھیں بند کیں، دِل میں خُدا کا نام لیا اور چشمے میں کُود گیا۔ کُودتے ہی ایک دم تہہ میں اُترتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد سطح پر اُبھرا۔ لیکن یہ دیکھ کر سخت تعجّب ہوا کہ آزرکیواں اُس کے کپڑے لے کر چمپت ہو چکا ہے۔ شہزادہ صرف ایک لُنگی باندھے ہوئے تھا۔ چشمے سے باہر نکل کر ایک جانب بیٹھ گیا۔ اِتنے میں ایک بُڈّھا آہستہ آہستہ آتا دکھائی دیا۔ اُس نے شہزادے کے نزدیک آن کر ایک بُقچہ رکھا اور جِدھر سے آیا تھا، اُسی طرف کو چلا گیا۔

شہزادے نے بُقچہ کھولا۔ اُس میں سے بڑا خوب صُورت اور قیمتی لباس برآمد ہوا۔ اُس لباس میں جا بجا الماس کے ریزے ستاروں کی شکل میں

جڑے ہوئے تھے۔ شہزادے نے خوشی خوشی یہ لباس پہنا اور ایک طرف کو چل کھڑا ہوا۔

خاصی دُور جا کر درختوں کا ایک جھُنڈ نظر آیا۔ جھُنڈ کے پار ایک عظیم الشّان قلعہ بنا ہوا تھا جس کے بُرج آسمان کو چھوتے تھے۔ قلعے کے بارہ بُرج تھے اور اُن سب کی شکلیں الگ الگ تھیں، کوئی دُنبے کی شکل کا تھا، کوئی بچھّو کی اور کوئی انسان سے ملتا جُلتا تھا۔

شہزادے نے قلعے کو غور سے دیکھا تو اُس میں ایک دروازہ بھی دِکھائی دیا جس کے اوپر سُرخ رنگ کا ستارہ چمک رہا تھا۔ شہزادہ قریب گیا تو دروازہ خود بخود کھُل گیا۔ شہزادہ اندر داخل ہونا چاہتا ہی تھا کہ دائیں پاؤں کی ایک انگلی میں ایسا شدید درد ہوا کہ وہیں بے ہوش ہو کر گِر پڑا۔ بہت دیر بعد ہوش میں آیا۔ دیکھا کہ قلعہ غائب ہے۔ اپنے آپ کو ایک ویران صحرا میں پڑے پایا۔ اِرد گِرد کوئی درخت تھا نہ پانی کا چشمہ۔ آسمان پر سورج چمک رہا

تھا۔ حیران پریشان ہو کر اُس صحرا میں روانہ ہوا اور سارا دِن برابر چلتا رہا۔ رات آئی۔ بھوکا پیاسا تھکن سے چُور ایک طرف لیٹ کر سو گیا۔ مُنہ اندھیرے خود بخود آنکھ کھُلی سامنے وہی قلعہ نظر آیا۔ بار بار آنکھیں مل کر دیکھتا کہ کہیں خواب تو نہیں ہے، مگر تھوڑی دیر بعد یقین ہو گیا کہ خواب نہیں، قلعہ واقعی سامنے ہے۔

اِس مرتبہ قلعے کے اندر بے شمار، قسم قسم کے درخت دیکھے۔ ہر درخت ستارے کی مانند چمکتا تھا۔ جب ہوا چلتی، درختوں سے پتّے جھڑتے اور یوں لگتا جیسے آتش بازی پھوٹ رہی ہے۔ ایسا دِل فریب نظّارہ شہزادے نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اِن درختوں میں سیب کا بھی ایک درخت تھا۔ یکایک ایک شاخ سے سیب الگ ہوا، ہَوا میں اُڑتا ہوا آیا اور شہزادے کے قریب آن گرا۔ شہزادے نے سیب کھایا۔ بھُوک پیاس سب جاتی رہی۔ یُوں محسوس ہوا جیسے پیٹ بھر کر نہایت لذیذ کھانا کھا لیا اور

برف سے زیادہ ٹھنڈا پانی پی لیا۔ سیب کھانے کے بعد پھر نیند نے آن دبوچا۔ دیر تک پاؤں پسارے خوابِ خرگوش کے مزے لیتا رہا۔

آنکھ کھُلی تو قلعہ پھر غائب تھا۔ جو لباس وہ بُڈّھا لایا تھا اور جسے شہزادے نے بڑے شوق سے پہنا تھا وہ بھی بدن سے اُترا ہوا تھا اور تمام جسم خاک میں اَٹ چُکا تھا۔ کُچھ سمجھ میں نہ آیا ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ آخر ایک طرف کو چل پڑا۔ دِن بھر چلتا رہا۔ شام کو ایک جگہ تھک ہار کر پڑ رہا۔ تھوڑی دیر میں ایک شخص نہ جانے کہاں سے نمودار ہوا۔ اُس کے پاس ایک بُقچے میں وہی ستاروں والا لباس تھا۔ وہ اُس نے شہزادے کے آگے رکھا۔ پھر لذیذ کھانوں سے بھری ہوئی ایک قاب شہزادے کو دی اور وہاں سے ایسا بھاگا کہ شہزادے نے اُس کی گرد بھی نہ پائی۔

شہزادے نے کھانا کھایا، لباس پہنا اور آرام سے سو گیا۔ صُبح آنکھ کھُلی تو پھر وہی قلعہ سامنے تھا۔ دروازے کو غور سے دیکھا تو اُس کے اوپر بیل کی

تصویر بنی تھی۔ شہزادے نے دروازے میں داخل ہونے کا اِرادہ کیا لیکن جُوں ہی قدم بڑھایا، دِل میں درد ہُوا اور تکلیف کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گیا۔ جب اوسان بحال ہوئے، قلعہ غائب تھا۔ خُود کو اُسی ویران اور غیر آباد صحرا میں پڑے پایا۔ سارا دِن چلتا رہا۔ رات آئی تو تھکا ہارا ایک جگہ پڑ رہا۔ صُبح وہی لباس اور کھانے کی ایک بڑی قاب اپنے قریب موجود پائی۔ سامنے ہی درختوں کا جھُنڈ تھا اور اُس کے پیچھے وہی پُر اِسرار قَلعہ۔ شہزادے نے لباس پہنا، کھانا کھایا اور قَلعے کے دروازے پر پہنچا۔ اُس کے اُوپر ایسی عجیب تصویر بنی تھی جس کا آدھا دھڑ انسان کا اور آدھا عورت کا تھا۔

شہزادہ دروازے میں قدم رکھنا ہی چاہتا تھا کہ بے اختیار نیند کا جھونکا آیا اور آنکھیں بند ہو گئیں۔ جب آنکھ کھُلی، قَلعہ نہ دیکھا۔ اُسی صحرا میں اپنے آپ کو پایا۔ غرض اِسی طرح گیارہ دِن گُزر گئے۔ بارہویں روز پھر ایک

بُڈّھا شہزادے کے لیے لباس اور کھانا لے کر آیا۔ لباس پہنتے وقت کُرتے کی جیب میں سے ایک کاغذ نکلا۔ اُس پر لکھا تھا :

"اے اسماعیل، اگر تمہیں شہر کُرسی دیکھنے کا شوق ہے تو درختوں کے اُس جھُنڈ میں جاؤ۔ وہاں سات درخت ایسے دکھائی دیں گے جو تمام درختوں سے الگ ہیں۔ چوتھے درخت کے نیچے جا کر کُچھ دیر ٹھہرنا اور قَلعے کے دروازے کی جانب نظر جمائے رکھنا۔ جب تمہاری نظر اچھّی طرح ٹھہر جائے گی تو سورج کی کرن جیسی ایک سفید لکیر قَلعے کے دروازے سے درخت تک کھینچی ہوئی دِکھائی دے گی۔ اِسے خطِ مُستقیم کہتے ہیں۔ اِس خط پر تُم چل سکتے ہو۔ لیکن اِس طرح چلنا کہ قدم ذرا نہ ڈگمگائے۔ اگر تُم اِس لکیر پر چلتے ہوئے گِر گئے تو قیامت تک صحرا میں حیران پریشان پھرتے رہو گے۔ اِس لیے بہت احتیاط سے کام لینا۔

قلعے کے دروازے پر پہنچو گے، ایک رنگین پردہ دِکھائی دے گا۔ بے تکلّف اُس پردے کو اُٹھا کر اندر داخل ہو جانا۔ وہاں ایک شہ نشین پر کُرسی شہر کا داروغہ بیٹھا دِکھائی دے گا۔ اُس کا نام رفیع کُرسی نشین ہے۔ داروغہ کو سلام کرنا اور کاغذ اُسے دے دینا۔ تمھیں شہر کُرسی کی سیر کرنے کی اجازت دے دے گا۔"

شہزادہ اِس ہدایت پر عمل کرتے ہوئے خطِ مُستقیم کے ذریعے رفیع کُرسی نشین کے پاس پہنچا اور کاغذ اُس کے حوالے کیا۔ رفیع نے کاغذ کو بوسہ دیا، آنکھوں سے لگایا اور شہزادے کی نہایت تعظیم کی۔ پھر ایک عالی شان محل میں لے گیا۔

چار حِصار

چار دِن تک رفیع کُرسی نشین نے شہزادے کو اپنا مہمان رکھا۔ پانچویں روز کہنے لگا :

"اے شہزادے، شہر کُرسی کی پوری سیر کے لیے کئی سال درکار ہیں۔ یہاں بہترین مقام پانچ ہیں۔ پہلا بارہ بُرجوں والا قلعہ، جس کی اٹھائیس منزلیں ہیں اور ہر منزل پر میرا ایک غُلام داروغہ مقرّر ہے۔ اِس کے

علاوہ گیارہ بُرجوں پر بھی میری جانب سے ایک ایک نائب کام کرتا ہے۔

جس منزل میں آپ اِس وقت موجود ہیں، اِس کا نام شرطین ہے۔

دوسرا مُقام قصرِ مُربَّع ہے، جس کے چار طبقے ہیں۔ تیسرا مُقام آٹھ طبقوں والا محل ہے، جِسے قصرِ عالی بھی کہتے ہیں۔ آج کا اس کا داروغہ سعید لَوح دار ہے اور اُس کا رُتبہ مُجھ سے بڑا ہے۔ چوتھا مقام چار حِصار ہے جس کی کُنجی محفُوظ قلم دار کے پاس ہے، اور محفُوظ کا مرتبہ سعید لَوح دار سے بھی اونچا ہے۔ پانچواں مقام سب سے اعلیٰ درجے کا ہے اور اُس کا مالک خاص اس طِلسم کا بادشاہ ہے۔ اُس مقام کی اصل حقیقت سے ہم میں سے کوئی بھی واقف نہیں ہے اور نہ کسی میں اتنی جرأت ہے کہ اُس مقام کے بارے میں کُچھ پتا چلائے۔ بادشاہ کی ہیبت اور رُعب سب پر طاری ہے۔ خیر، آئیے میں آپ کو اپنے مقام کی سیر کراؤں۔"

رفیع کُرسی نشین نے ایک صبا رفتار گھوڑا طلب کیا اور کہا :

”حضور اِس پر سوار ہوں اور اب بُرج ثَور کا تماشا بھی دیکھیں۔“

شہزادے نے ایسا خوب صورت اور پلا ہوا گھوڑا پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اُس کے جسم پر طرح طرح کے بیل بُوٹے بنے تھے جو ستاروں کی مانند چمکتے تھے۔ شہزادہ گھوڑے پر سوار ہوا اور ایک عالی شان بازار میں پہنچا۔ اُس نے دیکھا کہ تمام دُکانیں سونے اور کچّی چاندی کی بنی ہوئی ہیں اور شہر کے لوگ نہایت خوب صورت اور صحت مند ہیں۔ جو شخص بھی شہزادے کو دیکھتا، جھُک کر سلام کرتا، صبا رفتار گھوڑے نے تھوڑی ہی دیر میں شہزادے کو بُرج کی گیارہ منزلوں کی سیر کرا دی۔ ہر منزل دوسری سے بڑھ چڑھ کر تھی۔

اِس کے بعد گھوڑا خود خود شہزادے کو لے کر رفیع کُرسی نشین کے محل کی جانب چلا آیا۔ رفیع نے سعید لَوح دار کے نام ایک رُقعہ لکھا، اُس پر اپنی مُہر لگائی اور شہزادے سے کہا :

"حضور، اِس گھوڑے پر سوار ہو جائیں اور جِدھر یہ جائے، اُدھر ہی جانے دیں۔"

تھوڑی دیر بعد گھوڑا ایک مکان کے دروازے پر پہنچ کر رُکا۔ شہزادہ اُتر کر دروازے پر گیا۔ دربانوں نے شہزادے کو ادب سے سلام کیا اور اُسی وقت سعید لَوح دار کے پاس لے گئے۔ شہزادے نے دیکھا کہ ایک نورانی شکل کا بُڈّھا مکان کے صحن میں جراؤ کُرسی پر بیٹھا ہے۔

شہزادے نے سلام کر کے رفیع کُرسی نشین کا خط دیا۔ سعید نے شہزادے کی بڑی تعظیم کی اور مکان کے اندر لے جا کر سونے کے تخت پر بِٹھایا۔ پھر غُلاموں کو حُکم دیا کہ معزّز مہمان کی خاطر تواضع میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھیں۔

اگلے روز سعید لَوح دار شہزادے کو قصرِ مُربَّع کے دروازے پر لایا۔ شہزادے نے دیکھا کہ اُس کے چار طبقے ہیں اور ہر طبقے کا رنگ الگ

ہے۔ پہلے طبقے کا رنگ خاکی دوسرے کا سبز، تیسرے کا سفید اور چوتھے کا سُرخ تھا۔

سعید نے جیب سے کُنجی نکالی اور محل کا دروازہ کھولا۔ شہزادہ اندر داخل ہوا۔ ایک پُر فضا باغ نظر آیا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ پھولوں اور پھلوں کے بجائے درختوں میں جواہرات شاخوں سے لٹکتے تھے اور باغ کی زمین چاندی کی بنی ہوئی تھی۔ باغ کے درمیان میں خالص سونے کی ایک بارہ دری تھی، جس کی دیواروں پر پریوں کی بڑی بڑی تصویریں بنی تھیں۔

شہزادہ شام تک اِس عجیب و غریب باغ میں گھومتا رہا۔ جب اندھیرا بڑھا تو آرام کرنے کے لیے بارہ دری کی طرف آیا۔ وہاں بے شمار فانُوس اور شمعیں روشن تھیں۔ دیکھتے دیکھتے دیواروں پر بنی ہوئی وہ تصویریں زندہ ہو کر شہزادے کے پاس آئیں اور سلام کیا۔ پھر شہزادے کے لیے نہایت لذیذ کھانا لایا گیا اور اِس کے بعد گانے بجانے کی محفل گرم ہوئی۔

شہزادے نے دیکھا کہ بارہ دری کے ایک جانب مُرصّع پردہ پڑا ہے اور پردے کے پیچھے اِس قدر اندھیرا ہے کہ کُچھ نظر نہیں آتا۔ روشنی کی ایک کرن بھی وہاں نہیں پہنچ پاتی۔ یہ ماجرا دیکھ کر شہزادہ حیران ہوا اور پریوں سے پوچھا کہ اِس پردے کے پیچھے کیا ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ وہاں ہمارا بادشاہ ہے۔ اُس سے زیادہ بتانے کی اجازت نہیں۔ یہ سُن کر شہزادہ خاموش ہو رہا۔ آدھی رات کے بعد آرام کیا۔ صُبح آنکھ کھُلی تو اپنے آپ کو دوسرے مکان میں پایا۔ یہ دوسرا طبقہ تھا۔ غرض اِس طرح چاروں طبقوں کی خوب سیر کی اور ہر طبقے کو پہلے سے زیادہ خوبصورت پایا۔

پانچویں روز شہزادے کی آنکھ کھُلی تو خود کو سعید لَوح دار کے مکان میں پایا۔ شہزادے نے سعید سے سب حالات بیان کیے، پھر کہا:

"افسوس! کہ اُس پردہ نشین بادشاہ کے حال سے آگاہ نہ ہو سکا۔ جس وقت میں پردے کے قریب جاتا، خود پردہ نظر نہ آتا تھا۔"

سعید نے جواب دیا۔ "اے شہزادے، قصرِ مُربَّع اور آٹھ طبقوں والے محل کی حقیقت آپ کو آگے چل کر معلوم ہوگی۔ آئیے، اب میں آپ کو آٹھ طبقوں والے محل میں لے چلوں۔"

شہزادہ اُس محل کے دروازے پر آیا۔ اُس کے آٹھ طبقے تھے۔ اُن طبقوں کی دُنیا عجیب تھی۔ یہاں بھی ہر طبقے میں ویسا ہی پردہ پڑا دِکھائی دیا۔ جس سے پوچھتا کہ اِس پردے کے پیچھے کون ہے تو جواب ملتا کہ ہمارا بادشاہ ہے۔ اِس سے زیادہ ہمیں کُچھ خبر نہیں۔

جب آٹھوں طبقوں کی سیر پوری ہوئی تو سعید لَوح دار شہزادے کو اپنے مکان پر لایا۔ پھر ایک صندوقچہ کھول کر اُس میں سے سُرخ یاقوت کی لَوح نکالی۔ پانچ بالشت لمبی اور چار بالشت چوڑی تھی۔ اُس لَوح پر سبز رنگ کے حروف میں ایک نامعلوم تحریر تھی۔ سعید نے ایک سفید کاغذ لَوح پر

رکھا۔ اُسی وقت وہ سبز نقوش کاغذ پر اُتر آئے۔ پھر سعید نے کاغذ پر اپنی مُہر لگائی اور شہزادے کے حوالے کرتے ہوئے بولا :

"جب آپ اِس مکان کے دروازے پر جائیں گے تو ناک کی سیدھ میں کوئی دو کوس کے فاصلے پر ایک پُرانا کنواں دِکھائی دے گا۔ اُس کنویں پر عورتیں پانی بھرنے آتی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک عورت سر پر سونے کا گھڑا رکھے پانی بھرنے آئے گی۔ جب وہ پانی لے کر اپنے مکان کی طرف جائے، آپ بھی اُس کے پیچھے پیچھے جائیے۔ مُجھے یقین ہے وہ آپ کو محفُوظ قلم دار کے محل تک پہنچا دے گی۔ شہزادے نے اِس ہدایت پر عمل کیا۔ کنویں پر پہنچا۔ دیکھا کہ ایک عورت سر پر سونے کا گھڑا دھرے چلی آتی ہے۔ اُس کے آتے ہی دوسری عورتیں پرے ہٹ گئیں۔ آنے والی نے جلدی سے اپنے گھڑے میں پانی بھرا اور ایک طرف چل دی۔ شہزادہ بھی کُچھ فاصلہ دے کر اُس کے پیچھے روانہ ہوا۔ کوئی ایک کوس

دور جا کر ایک عالی شان محل نظر آیا۔ وہ عورت سیدھی اُس محل کے اندر چلی گئی۔

شہزادے نے دروازے کے پاس پہنچ کر سعید لَوح دار کا دیا ہوا رُقعہ دربان کو دکھایا۔ اُس نے ادب سے رقعہ لیا اور اُسی وقت شہزادے کو محل کے اندر لے گیا۔ محفُوظ قلم دار نے جھُک کر شہزادے کو سلام کیا اور تخت پر اپنے پاس بٹھا کر مزاج پرسی کی۔ پھر غُلاموں کو حُکم دیا کہ بارگاہ سجائیں اور معزّز مہمان کی خوب خاطر تواضع کریں۔

اگلے روز شہزادے نے محفوظ سے اِس پُراِسرار بادشاہ کے بارے میں پوچھا جو پردے کے پیچھے رہتا ہے۔ محفُوظ کے چہرے کا رنگ ایک دَم خوف سے زرد ہو گیا۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بولا:

"شہزادے، ہم نے کبھی بادشاہ کو نہیں دیکھا اور نہ کبھی اُس سے کُچھ عرض کرنے کی ہمّت ہوئی۔ ہر سال ایک بار ہم سب ایک خاص مقام پر حاضر

ہوتے ہیں۔ وہاں سر جھکائے خاموش کھڑے رہتے ہیں۔ اگر کسی نے نگاہ اُٹھائی، اُسی وقت غیب سے ایک تلوار نمودار ہو کر نگاہ اُٹھانے والے کا سر کاٹ دیتی ہے۔"

شہزادے نے پوچھا۔ "تمہارے بادشاہ کا نام کیا ہے؟"

محفوظ نے جواب دیا۔ "بادشاہ کے اصل نام سے بھی کوئی آگاہ نہیں، لیکن اتنا جانتے ہیں کہ اِس تمام طِلسم کا ایک ہی بادشاہ ہے اور طِلسم کے مختلف طبقوں میں اُسے مختلف ناموں سے پُکارا جاتا ہے۔ کہیں بزُرگِ حکمت، کہیں گوہرِ معرفت اور کہیں دریِ دانش۔"

یہ سُن کر شہزادہ حیرت زدہ ہو کر خاموش رہا۔ پھر محفُوظ شہزادے کو لے کر محل سے باہر آیا اور کہا کہ ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کر لیجیے، اور سات قدم چل کر آنکھیں کھول دیجیے۔ شہزادے نے ایسا ہی کیا۔ جب آنکھیں کھولیں، زرد پتھرّ کا ایک حِصار (احاطہ۔ چار دیواری) دِکھائی دیا جس کے ہر

گوشے میں ایک عالی شان بُرج بنا ہوا تھا۔ لیکن اندر جانے کا کوئی راستہ تھا نہ دروازہ۔ شہزادے نے محفُوظ سے پوچھا :

"اِس حِصار کا دروازہ کِدھر ہے ؟" محفوظ نے جواب دیا۔ "اے فاتح طِلسم ، یہ چار حصار ہے اور طِلسم بنانے والوں نے اِس کا دروازہ پوشیدہ رکھا ہے۔ وہ سامنے درختوں کا جو جھُنڈ دِکھائی دیتا ہے ، حضور اُس جھُنڈ میں تشریف لے چلیں۔"

شہزادہ محفُوظ کے ساتھ درختوں کے جھُنڈ میں آیا۔ وہاں ایک خوب صورت مسجد دیکھی جس کی دیواریں اور بُرج سب سونے کے تھے۔ محفُوظ نے بتایا کہ یہ مسجد دراصل چار حِصار کا دروازہ ہے ، اب آپ ساری رات اِس مسجد میں کاٹیے اور اسمِ اعظم پڑھتے رہیے۔ دُنیا جہان کی بلائیں دِکھائی دیں گی ، لیکن آپ بالکل خوف نہ کھائیے گا۔ پچھلے پہر آپ کی آنکھیں خود بخود بند ہو

جائیں گی۔ اِس کے بعد حِصار کا راہ نُما ظاہر ہو گا۔ بادشاہ کا خاص مقام بھی اِسی حِصار میں ہے۔ یہ کہہ کر محفُوظ نے سلام کیا اور رُخصت ہوا۔

شہزادے نے دِن مسجد میں گزارا، کھانے پینے کی کوئی چیز میسّر نہ آئی۔ تیسرے پہر جب بھوک نے بہت بے تاب کیا، تب مسجد کے ایک حُجرے سے ایک غیبی آواز نے کہا:

"اے خُدا کے مہمان، حُجرے میں کھانا موجود ہے۔"

شہزادہ اندر گیا، دیکھا کہ ایک طباق میں تازہ اور لذیذ کھانا موجود ہے۔ قریب ہی آب خورہ پانی سے بھرا رکھا تھا۔ شہزادے نے کھانا کھایا، پانی پیا اور خُدا کا شُکر بجا لایا۔ اتنے میں مغرب کی نماز کا وقت ہوا۔ شہزادے نے نماز پڑھی۔ پھر اسمِ اعظم پڑھنا شروع کیا۔ جُوں جُوں رات بھیگتی گئی، بے شمار ہول ناک آوازیں کان میں آئیں اور طرح طرح کی ڈراؤنی صورتیں

دِکھائی دیں۔ لیکن شہزادے نے بالکل توجّہ نہ کی اور برابر اسمِ اعظم پڑھتا رہا۔

پچھلے پہر آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتا ہے کہ مسجد کے صحن میں زَربفت اور مخمل کا فرش ہے۔ جابجا فانوس اور قندیلیں روشن ہیں۔ اِس اثنا میں بہت سے لوگ ایک ایک کر کے مسجد میں آئے اور فرش پر بیٹھتے گئے۔ آخر میں نورانی شکل و صورت کے ایک بڑے میاں آئے اور مسجد کے منبر پر بیٹھ کر وعظ کہنے لگے۔

شہزادے نے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص سے کہا کہ اگر تمہیں معلوم ہو تو مُجھے چار حِصار کی راہ بتاؤ۔ اُس نے کہا حِصار کی راہ میں وعظ کرنے والے بزرگ بتائیں گے۔ جب وعظ ختم ہوا، شہزادہ واعِظ کے پاس گیا اور سلام کر کے چار حِصار کو جانے کا راستہ پوچھا۔ اُنھوں نے بڑی شفقت سے جواب دیا کہ حِصار کی راہ مسجد کے مینار میں سے ہے۔

صُبح مُنہ اندھیرے شہزادے کی آنکھ کھُلی۔ دیکھا کہ نہ وہ مخملی فرش ہے نہ فانوس اور قندیلیں۔ مسجد خالی پڑی تھی۔ شہزادہ مینار کی طرف گیا۔ اُس کے اندر ایک زینہ دکھائی دیا۔ اُس زینے کی راہ سے اوپر گیا۔ دیکھا کہ مسجد ہے نہ مینار، بلکہ ایک لق و دق صحرا ہے۔

حیران پریشان ہو کر اُس صحرا میں چلنے لگا۔ یکایک صحرا میں ایک بہت بڑا لشکر آتا دِکھائی دیا۔ آگے آگے گھوڑے پر ایک نوجوان شخص سوار تھا۔ اُس نے شہزادے کو دیکھا تو لشکر کو رُکنے کا حُکم دیا اور خود گھوڑے سے اُتر کر شہزادے کے پاس آیا اور پوچھا کہ کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ شہزادے نے سب حال بتایا۔ وہ سُن کر بہت حیران ہوا۔ آخر کہنے لگا :

"میں بھی تمہاری طرح ایک مُلک کا شہزادہ ہوں۔ میرا نام اقبال شاہ ہے۔ نُور الزّماں بادشاہ کا بیٹا ہوں جو مُلک کوہِ خفا کا حاکم ہے۔ ایک بزرگ ہمارے مُرشد اور سرپرست ہیں اور اُن کے ہم دو خاص مُرید ہیں۔ ایک

میں، دوسرا شہزادہ مُقبِل۔ مُرشد نے شروع ہی سے شہزادہ مُقبِل کے تمام معاملات کا مُجھے نگراں بنایا ہے۔

اب شہزادہ مُقبِل مُلک ظہورستان کے بادشاہ سُلطان روح الملک کی بیٹی شہزادی ناطِقہ سے شادی کرنے کا خواہش مند ہے، ملک ظہورستان چار حِصار کے عین بیچ میں واقع ہے۔ اُس کے ماتحت چار اور بادشاہ ہیں اور وہ حِصار کے ایک ایک گوشے میں حکومت کرتے ہیں۔

جو مُلک مشرق کی طرف ہے اُسے سرکشوں کی دُنیا کہتے ہیں۔ یہاں کے لوگوں کی رنگت سُرخ اور مزاج میں بے حد غصّہ ہے۔ سرکشوں کی دُنیا کے بادشاہ کا نام طافی شاہ ہے۔ جنوب کی طرف جو مُلک آباد ہے، اُسے سودائیوں کی دُنیا کہتے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کی رنگت خاکستری ہے۔ لوگ کم عقل اور خبطی ہیں، اُن کے بادشاہ کو راسب شاہ کہتے ہیں۔

شمال کی طرف عقل مندوں کی دُنیا آباد ہے۔ لوگ عام طور پر لمبے تڑنگے اور صحت مند ہیں۔ اُن کا بادشاہ عادل شاہ ہے۔ مغرب میں مُلک سلیمان ہے۔ وہاں کے باشندے بیمار، کم زور اور بلغمی مزاج کے ہیں۔ اُن کے بادشاہ کا نام مرطوب شاہ ہے۔ اِن چاروں مُلکوں کو شرقیہ، غربیہ، جنُوبیہ اور شمالیہ بھی کہتے ہیں۔ پہلے پہل اِن چاروں بادشاہوں میں دُشمنی پیدا ہوئی۔ اُس کے بعد اُنھوں نے سُلطان روح الملک سے بھی بغاوت کی۔ سُلطان نے صُلح کی بہت تدبیریں کیں۔ مگر سب بے کار گئیں۔ آخر مجبور ہو کر اُس نے عہد کیا کہ جو شخص اِن چاروں بادشاہوں میں صُلح کرائے اور اُنھیں راضی کر کے ہمارے پاس لائے، ہم کِسی شرط کے بغیر اپنی بیٹی ناطِقہ کی شادی اُس سے کر دیں گے۔ اب میں اسی کام کے لیے نکلا ہوں تاکہ اُن بادشاہوں میں صُلح کرا کے سُلطان روح الملک کو خوش کروں اور شہزادہ مُقبِل کی شادی شہزادی ناطِقہ سے کرا دوں لیکن میں یہ دیکھ کر

حیران ہوں کہ تمہاری چال ڈھال اور شکل صورت میرے بھائی شہزادہ مُقبِل سے کِس قدر ملتی ہے۔ اب تُم میرے ساتھ ہی رہو۔ میں تمہیں اپنے بھائی کی طرح رکھوں گا۔"

شہزادہ اسماعیل، اقبال شاہ کے ساتھ ہو لیا۔ منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا اقبال شاہ کا لشکر چالیس روز میں سرکشوں کی دُنیا کے قریب پہنچا اور طافی شاہ کو خط لکھ کر سمجھایا کہ لڑائی جھگڑے سے کُچھ فائدہ نہیں۔ صُلح کر لو لیکن طافی شاہ راضی نہ ہوا اور جنگ کی تیّاریاں کرنے لگا۔

اگلے روز دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ طافی شاہ کے تین زبردست پہلوان یکے بعد دیگرے میدان میں نکلے اور شہزادہ اسماعیل کے ہاتھ سے مارے گئے۔ یہ دیکھ کر طافی شاہ پر ہیبت طاری ہوئی۔ سمجھ گیا کہ اِن سے جنگ کرنا آسان نہیں۔ فوج کی واپسی کا طبل بجوایا اور خود گھوڑے پر سوار

ہو کر اقبال شاہ سے ملنے آیا۔ اقبال شاہ نے اُس کی تعظیم کی اور تخت پر اپنے برابر بٹھایا۔ طافی شاہ نے کہا :

"جناب، اِس میں شک نہیں کہ ہم چاروں بادشاہوں کا آپس میں صلح کرنا نہ صرف سُلطان روح الملک کی بہتری کا باعث ہے بلکہ خود ہماری زندگی اِس کے بغیر مُحال ہے۔ یینہ آدم خور دیونی جو کوہستانِ عدم کی حُکم راں ہے، ہمیشہ ہماری ہلاکت کی فکر میں رہتی ہے۔ اب بڑی مُصیبت یہ ہے کہ آتشی حِصار کے جادُوگر ہمیں آپس میں صُلح نہیں کرنے دیتے۔ اگر آپ انہیں کسی طرح رضا مند کرلیں تو ہم سب لڑائی جھگڑا ختم کرنے کے لیے تیّار ہیں۔ میں آپ کو اُس مُقام کی طرف لے چلتا ہوں۔ آگے آپ جانیں اور آپ کا کام۔"

تیسرے دِن شہزادہ اسماعیل، اقبال شاہ اور طافی شاہ ایک پہاڑی درّے میں داخل ہوئے۔ درّے کے بیچ میں ایک بڑی نہر دیکھی۔ نہر کے پار تین

عالی شان گُنبد نظر آئے۔ طافی شاہ نے اُن گُنبدوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہی وہ مقام ہے جہاں آتشی حِصار کے جادُوگر رہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اِن گُنبدوں کے قریب جانے کا اِرادہ کرے تو ضروری ہے کہ نہر کے اِس کنارے پر پانی سے ہاتھ دھوئے۔ اگر تیرے گُنبد کا دروازہ کھلے تو سمجھ جائیے کہ قسمت اُس کے ساتھ ہے۔ پھر نہر سے گُزر جائے اور دوسرے کنارے پر پہنچے۔ لیکن اگر دوسرے گُنبد کا دروازہ کھُل جائے تو سمجھے کہ اب جان کی خیر نہیں۔ اِس گُنبد کے دروازے سے ایک جوان سُرخ لباس پہنے، تلوار ہاتھ میں لیے برآمد ہوتا ہے اور نہر میں ہاتھ دھونے والے شخص کو ہلاک کرتا ہے۔

چہرہ گائے کا، جسم انسان کا

طافی شاہ کا یہ بیان سُن کر سب کو حیرت ہوئی، اور اقبال شاہ نے کہا کہ اِس بات کے سچ اور جھوٹ جاننے کا کیا طریقہ ہے؟ طافی شاہ نے کہا کہ آزمائش کر لیجیے۔ اقبال نے اپنے لشکر میں سے دو تین اُن قیدیوں کو طلب کیا جنھیں موت کا حُکم دیا جا چکا تھا۔ اُن قیدیوں کو نہر کے پانی میں ہاتھ دھونے کا حُکم دیا۔ اُن بد نصیبوں نے ابھی مُشکل سے انگلیاں تر کی ہوں گی کہ دوسرے گُنبد کا دروازہ کھُلا اور سُرخ لباس پہنے ایک جوان برآمد ہوا۔

اُس کے دائیں ہاتھ میں تلوار تھی جس سے خُون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آناً فاناً تینوں قیدیوں کی گردنیں کٹ کر نہر میں جا گریں۔ خُون سے نہر کا پانی سُرخ ہوا۔ وہ جوان یہ کام کر کے جِدھر سے آیا تھا، اُسی طرف کو واپس چلا گیا۔

اقبال شاہ اور شہزادہ اسماعیل نے وہ رات نہر کے کنارے کاٹی۔ صُبح اقبال شاہ نے شہزادے سے کہا: "مُجھے خواب میں ایک بزرگ نے یہ خوش خبری دی ہے کہ جو شہزادہ تمہارے ہمراہ ہے، وہی آتشی حِصار کے جادُوگروں سے فرمان لکھوا سکتا ہے۔ اِس کا طریقہ یہ ہے کہ رات کے پچھلے پہر اِسی نہر کے کنارے کنارے کوئی پانچ کوس تک جاؤ۔ وہاں ایک بہت بڑی مچھلی کو ریت پر تڑپتا دیکھو گے۔ اُس سے کہنا کہ اے ماہی، تُو پانی کا جانور ہو کر ریت پر تڑپتی ہے۔ اِس کا کیا سبب ہے؟ مچھلی جواب دے گی کہ مُجھے ایک زبردست بِچھّو نے ڈنک مارا ہے۔ اُس سے

پوچھنا کہ اب تُو کس تدبیر سے ٹھیک ہو سکتی ہے؟ وہ کہے گی کہ یہاں سے کُچھ فاصلے پر ایک غار ہے۔ اُس غار کے مُنہ پر دو درخت ہیں۔ ایک درخت کے پتّے سبز ہیں، دوسرے کے زرد۔ اگر تُو سبز پتّوں کا عرق لا کر مُجھے پلائے تو بِچھّو کے زہر کا اثر جاتا رہے گا اور میں بالکل ٹھیک ہو جاؤں گی۔ وہ زہریلا بِچھّو ہزاروں دوسرے بِچھّوؤں کے ساتھ غار کے قریب ہی ایک چشمے میں رہتا ہے۔ زرد پتّوں کا عرق نکال کر اگر اِس چشمے میں ملا دیا جائے تو ایک بِچھّو بھی زندہ نہ بچے۔

تُم مچھلی کی اِس ہدایت پر عمل کرنا۔ وہ خُوش ہو کر تم سے کہے گی کہ اے آدم زاد، تُو نے میرے ساتھ نیکی کی، اور نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہے۔ لہٰذا کوئی کام بتا، تُم مچھلی سے کہنا کہ اگر وہ اپنی پیٹھ پر سوار کرا کے نہر کے پرلے کنارے پر پہنچا دے تو یہی اِس نیکی کا بدلہ ہو گا۔ یہ سُنتے ہی وہ مچھلی تُمھیں نہر کے پار پہنچا دے گی، دوسرے کنارے پر پہنچتے ہی پہلے اور

دوسرے گُنبد کے دروازے کھُلیں گے۔ تُم دوڑ کر درختوں کے جھُنڈ میں چھُپ جانا اور اسمِ اعظم کا ورد شروع کر دینا۔ پہلے گُنبد سے ایک جوان شیر پر سوار ہو کر نکلے گا، اور دوسرے گُنبد سے ایک شخص ہاتھی پر بیٹھ کر باہر آئے گا۔ ہاتھی سوار صحرا کی جانب روانہ ہو گا اور شیر سوار اُس کے تعاقب میں جائے گا۔ شیر سوار کے سر پر ایک تاج ہو گا، اور وہ سورج کی طرح چمکے گا۔ اُس کی روشنی سے تمام صحرا جگمگا اُٹھّے گا۔

"جب وہ دونوں نظروں سے اوجھل ہو جائیں، تب تُم تیسرے گُنبد کے دروازے پر جانا۔ اُسی وقت دروازہ کھُل جائے گا۔ بے دھڑک اندر چلے جانا۔ وہاں ایسا گھُپ اندھیرا ہو گا کہ ہاتھ کو ہاتھ سُجھائی نہ دے گا۔ تُم برابر اسمِ اعظم پڑھتے ہوئے چلے جانا۔ چند قدم چلنے کے بعد ہی خود بخود تمام گُنبد روشن ہو جائے گا۔ اِس روشنی میں گُنبد کی چھت پر ایک کمان کی دِکھائی دے گی۔ وہیں ایک تخت پر نُورانی شکل و صورت کے بزُرگ بیٹھے ہوں

گے۔ اُنھیں سلام کر کے کہنا کہ حضرت، میں نے مچھلی کے جسم سے بُچھّو کا زہر دور کیا اور اُس کی پیٹھ پر سوار ہو کر نہر کے دوسرے کنارے پر آیا ہوں۔ اب آپ مہربانی فرما کر ایک حُکم نامہ طافی شاہ کے نام جاری کریں، تاکہ وہ چُون و چرا کیے بغیر میرے ساتھ سُلطان روح الملک کی خدمت میں حاضر ہو۔

"یہ سُنتے ہی وہ بزُرگ اپنے ہاتھ سے حُکم نامہ لِکھ کر مُہر لگائیں گے۔ اِس دوران میں شیر سوار اور ہاتھی سوار دونوں بھی وہاں آ جائیں گے اور وہ بھی اپنی اپنی مُہریں اس فرمان پر لگا دیں گے۔ تُم فرمان لے کر واپس نہر پر آتا اُس وقت نہر پر چراغاں دیکھو گے۔ بے شمار کشتیاں وہاں جمع ہوں گی اور ہر کسی کا مالک تُم سے التجا کرے گا کہ اے نوجوان، اِدھر آ۔ مری کشتی پر سوار ہو۔ لیکن تُم اُس کشتی پر سوار ہونا جس کی لکڑی میں سے صندل کی بُو آتی ہو، وہ کشتی تمھیں حفاظت سے شہر کے اُس کنارے پر لے آئے گی۔"

شہزادہ اسماعیل رات کے پچھلے پہر نہر کے کنارے چلا۔ پانچ کوس کے فاصلے پر ایک بہت بڑی مچھلی خاک پر تڑپتی دِکھائی دی۔ شہزادے نے مچھلی کی تکلیف دور کی۔ اُس نے شہزادے کو اپنی پُشت پر سوار کیا اور نہر کے دوسری طرف پہنچایا۔ شہزادہ اقبال شاہ کے کہنے کے مطابق بزرگ کے پاس پہنچا اور فرمان طلب کیا۔ بزرگ نے شہزادے کو خوب غور سے اُوپر سے نیچے تک دیکھا۔ پھر قریب رکھی ہوئی ایک کتاب کھولی۔ اُس میں کُچھ پڑھا۔ اُس کے بعد صندلی رنگ کا ایک کاغذ نکال کر طافی شاہ کے نام فرمان لکھا۔ پھر اپنی مُہر لگائی۔

اتنے میں شیر سوار اور ہاتھی سوار بھی گُنبد میں داخل ہوئے۔ اُنھوں نے بھی غور سے شہزادے کو دیکھا اور فرمان پر اپنی اپنی مُہریں لگائیں۔ شہزادے نے اُن کا شکریہ ادا کیا گُنبد سے نکل کر شہر نہر آیا۔ وہاں لاکھوں چراغ روشن تھے اور رات کو بھی دِن کا سماں تھا۔ شہزادہ اُس کشتی میں سوار ہوا

جس میں سے صندل کی بُو آتی تھی۔ اقبال شاہ کے پاس آیا اور تمام حال بیان کر کے فرمان اُسے دیا۔ اقبال شاہ نے طافی شاہ کو طلب کیا اور فرمان دِکھایا۔ طافی شاہ نے فرمان آنکھوں سے لگایا، چوما، سر پر رکھا۔ پھر ایک کاغذ پر یہ عبارت لِکھ کر اقبال شاہ کو دی کہ جب بھی آپ حُکم دیں گے، مَیں فوراً مُلک ظہُورستان میں حاضر ہو کر سُلطان رُوحُ المُلک کو سلام کروں گا۔

طافی شاہ سے ظہُورستان میں حاضری کا عہد لے کر شہزادہ اسماعیل اور اقبال شاہ سودائیوں کی دُنیا کی جانب روانہ ہوئے۔ چند منزلیں طے کرنے کے بعد ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچے۔ یہاں جا بجا ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے چشمے جاری تھے اور پھل دار درختوں کی کثرت تھی۔ اقبال شاہ نے وہی لشکر کو پڑاؤ کا حُکم دیا۔ شام کے وقت پہاڑ کے ایک درّے سے لمبے لمبے نوک دار سینگوں والی ہزاروں گائیں برآمد ہوئیں۔ اُنھوں نے لشکر کو دیکھ کر اِس قدر غُل مچایا کہ سپاہی پاگل ہو گئے۔ پھر اُن گالیوں نے اچانک لشکر پر ہلّا

بول دیا۔ بہت سے لشکری مارے گئے اور بے شُمار زخمی ہوئے۔ غرض بڑا ہنگامہ برپا ہوا۔ اِس کے بعد یہ گائیں جِدھر سے آئی تھیں، اُسی طرف واپس چلی گئیں۔

اقبال شاہ دوڑا دوڑا شہزادے کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اس مصیبت سے بھی آپ ہی ہمیں نکالیں گے۔ ابھی ابھی مَیں نے اپنے مُرشد کی زیارت کی ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ یہاں بھی مُقبِل کا موجود ہونا ضروری ہے۔ اگر مُقبِل موجود نہ ہو تو ہر شخص اس کا ہم شکل ہے، اُسے یہ مُصیبت دُور کرنی چاہیے۔ لہٰذا فرمانِ آتشی سر پر باندھو اور یہ کاغذ جو مُجھے مُرشد نے دیا ہے، اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ کر پہاڑ کے درّے میں چلے جاؤ۔ جس وقت کوئی مُشکل پیش آئے کاغذ کو دیکھ لینا۔

شہزادے نے کہا کہ جو کام کہو میں کرنے کے لیے تیّار ہوں۔ لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ آخر تُم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں تمھارے بھائی مُقبِل کا ہم شکل ہوں۔"

اقبال شاہ نے اُسی وقت بہزاد غُلام کو طلب کر کے حُکم دیا کہ ہمارے خیمے سے تصویروں والی کتاب اُٹھا لاؤ۔ وہ اُسی وقت کتاب لے لایا۔ اقبال شاہ نے اُس کتاب میں سے مُقبِل کی تصویر نکال کر شہزادے کے سامنے رکھی اور آئینہ بھی طلب کیا۔ شہزادے نے پہلے تصویر دیکھی، پھر اپنی شکل آئینے میں ملاحظہ کی اور حیرت سے دانتوں میں اُنگلی دبا لی۔ تصویر میں اور شہزادے میں بال برابر بھی فرق نہ تھا۔

اُسی رات پچھلے پہر شہزادے نے پہاڑی درّے میں قدم رکھا۔ چاروں طرف سے خُوں خوار گایوں نے نمودار ہو کر شہزادے کو گھیر لیا، لیکن شہزادے نے آتشی فرمان سر سے باندھ رکھا تھا، اِس لیے کسی گائے کو

حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ غُل مچاتی اور زور زور سے کھرُ پتھرّوں پر مارتی رہیں۔ شہزادے نے اب اُس کاغذ پر نگاہ ڈالی جو اقبال شاہ کو اُس کے مُرشد نے دیا تھا۔ اُس میں یہ عبارت لکھی تھی :

"یہ طِلسم خاکی کا پہلا مرحلہ ہے اور اِسے بُرج ثَور بھی کہتے ہیں۔ جب گائیں تیرا راستہ روکیں تو تُجھ پر واجب ہے کہ فرمانِ آتشی کھول کر انہیں دِکھائے۔ فرمان دیکھتے ہی وہ بھاگیں گی اور تُجھے راستہ دے دیں گی۔ جِدھر وہ بھاگیں، تُو اُن کے پیچھے پیچھے جا۔

کُچھ دیر بعد سب گائیں ایک عظیم الشّان درخت کے قریب پہنچیں گی۔ اُس درخت کے سائے میں سُرخ رنگ کی ایک بہت بڑی گائے بے خبر پڑی سورہی ہوگی۔ دوسری گائیں وہاں ایسا غُل غپاڑا مچائیں گی کہ سُرخ گائے کی آنکھ کھُل جائے گی۔ ایک بار پھر آتشی فرمان اُن گایوں کو دِکھانا۔ وہ وہاں سے بھی بھاگیں گی، لیکن سُرخ گائے اپنی جگہ سے جُنبش بھی نہ کرے

گی۔ تو اُس کے نزدیک جا کر کہنا کہ اے سُرخ گائے، تُو مُجھے اپنی پُشت پر سوار کر اور عینُ الثَور کے قصبے میں پہنچا دے۔

یہ سُنتے ہی گائے اُٹھ کھڑی ہو گی۔ تو اُچھل کر اُس کی پیٹھ پر بیٹھ جانا۔ وہ تُجھے لے کر بھاگے گی اور قصبہ عینُ الثَور میں لے جائے گی۔ وہاں پہنچ کر پھر یہ کاغذ دیکھ لینا۔"

شہزادہ سُرخ گائے کی پیٹھ پر سوار ہو کر قصبہ عینُ الثَور میں پہنچا۔ تھوڑی دیر بعد گائے سواروں کی ایک فوج قصبے سے نکل کر میدان میں آئی۔ اُن کے درمیان ایک عجیب و غریب شخص پیدل چل رہا تھا۔ اُس شخص کا جسم انسانوں کا اور چہرہ گائے کا تھا۔ وہ شہزادے کے سامنے آیا اور نہایت ڈراؤنی آواز میں کہا:

"اے سُرخ گائے، تُو خاص میری سواری کے لیے تھی لیکن افسوس! کہ تُو نے اِس اجنبی شخص کو اپنی پیٹھ پر بِٹھا لیا۔ معلوم ہوتا ہے کوئی سخت معاملہ

پیش آیا جس کے باعث تو اِس شخص کو اپنی پیٹھ پر بِٹھا کر یہاں لانے کے لیے تیّار ہوئی۔"

گائے نے جواب دیا۔ "یہ نوجوان فاتح طِلسم اور بہت شہ زور ہے۔ اگر میں اِس کا کہا نہ مانتی تو یہ مُجھے اُلٹی چھُری سے ذبح کر ڈالتا۔"

جُوں ہی یہ کلمہ گائے کی زبان سے اُس عجیب حُلیے کے شخص نے سُنا، اپنے گائے سواروں سے کہنے لگا:

"اِس نوجوان کو یہاں سے زندہ نہ جانے دینا۔"

یہ سُنتے ہی تمام گائے سواروں نے ہر طرف سے شہزادے کو گھیرا اور گُرز اُٹھا اُٹھا کر حملہ کرنے لگے۔ شہزادے کو بھی تاؤ آیا۔ سوچے سمجھے بغیر شمشیرِ جمشیدی نیام سے کھینچ کر اُنہیں قتل کرنے لگا۔ آتشی فرمان کی وجہ سے شہزادے پر کوئی وار کارگر نہ ہوتا تھا۔ لیکن شہزادے کی تلوار جس

گائے سوار کی گردن تک پہنچتی تھی، اس کا سر اُسی وقت کٹ کر دُور جا گرتا تھا۔ مگر چند لمحے بعد وہی کٹا ہوا سر دوبارہ جسم سے جُڑ جاتا اور گائے سوار پھر شہزادے سے جنگ کرنے لگتا۔

تلوار چلا چلا کر اور گائے سواروں کو قتل کر کر کے شہزادے کے بازو شل ہو گئے۔ جِتنوں کو ہلاک کرتا، اُتنے ہی تھوڑی دیر بعد زندہ ہو کر مُقابلے پر آ جاتے۔ جب شہزادے کے تن بدن میں تھکن سے جان نہ رہی تو خُدا کی بارگاہ میں اِس مُصیبت سے نجات پانے کی دُعا کی۔ یکایک ایک نقاب پوش سُرخ رنگ کے گھوڑے پر سوار میدان میں آیا۔ اُس نے ایک ہاتھ سے شہزادے کا بازو پکڑ کر بُلند کیا اور کہا :

"اے غافل جوان! کاغذ نہ دیکھنے کے باعث تُجھے یہ تکلیف اُٹھانی پڑی۔ اب جلدی سے کاغذ پر نگاہ ڈال۔"

شہزادے نے کاغذ دیکھا۔ لکھا تھا :

"آتشی فرمان کو ہاتھ میں لے کر اسے تلوار کی طرح حرکت دے۔ ایک ہی حرکت میں گائے سواروں کی فوج کا چوتھا حصّہ ہلاک ہو جائے گا۔ اُن کا سردار، جس کا جسم انسانوں کا سا اور چہرہ گائے کا ہے، تیرے پاس بھاگا بھاگا آئے گا۔ اُسی کا نام عینُ الثّوَر ہے۔ وہ تُجھ سے درخواست کرے گا کہ یہ قتلِ عام بند کر۔ تو اُس سے کہنا کہ اِس شرط پر بند کرتا ہوں کہ مُجھے مَلِکہ زُہرہ مِثال کے باغ میں پہنچا دے۔ وہ کہے گا میری کیا مجال کہ میں مَلِکہ کے باغ میں قدم رکھوں۔ تو کہنا، اچھّا، باغ کے اندر نہیں تو دروازے ہی پر لے جا۔ عینُ الثّوَر اِس بات پر راضی ہو جائے گا۔ پھر فرمان آتشی کو بائیں بغل میں دبا لینا اور کاغذ ہاتھ میں لے کر عینُ الثّوَر کی پُشت پر سوار ہونا۔ جب مَلِکہ زُہرہ مثال کے باغ کے دروازے پر پہنچے، پہلے کاغذ دیکھنا، اُس کے بعد باغ میں داخل ہونا۔"

جب شہزادہ سُرخ گائے کی پیٹھ سے اُتر کر عینُ الثّور سوار کی پیٹھ پر ہوا، اُس نے پرواز شروع کی اور پلک جھپکتے میں باغ کے دروازے پر پہنچا دیا۔ اب شہزادے نے کاغذ کو دیکھا۔ اُس میں یہ عبارت نظر آئی :

"جب تُو مَلِکہ کے باغ میں داخل ہو گا، بہت سی پریاں وہاں گھومتی اور سیر تفریح کرتی دِکھائی دیں گی۔ وہ تُجھے گرفتار کر کے مَلِکہ زُہرہ مثال کے پاس لے جائیں گی۔ تُو اُس سے اپنا سب حال بیان کرنا۔ پھر فرمانِ آتشی اُس کے حوالے کر کے اُس سے راسب شاہ کے نام فرمان حاصل کرنا۔ اُس کے بعد لَوحِ الماس طلب کرنا۔ وہ لَوح تُجھے عطا کرے گی۔ رات کو سوتے وقت لَوح اپنے بازو پر باندھ کر آرام کرنا۔"

شہزادے نے اِس ہدایت کے مُطابق مَلِکہ زُہرہ مثال سے راسب شاہ کے نام فرمان حاصل کیا۔ پھر لَوحِ الماس طلب کی۔ مَلِکہ نے بڑی خوشی سے وہ بھی شہزادے کو عطا کی شہزادہ لَوح بازو پر باندھ کر سونے کے لیے

ایک کمرے میں چلا گیا۔ آدھی رات کو آہٹ ہوئی۔ شہزادے کی آنکھ کھُلی۔ دیکھا کہ مَلِکہ زُہرہ مثال موجود ہے۔ چُپکے سے کاغذ پر نگاہ ڈالی۔ لکھا تھا:

"اگر کوئی عورت مَلِکہ زُہرہ مثال کی صورت بن کر تیرے سامنے آئے اور لَوحِ الماس تُجھ سے واپس مانگے تو اُسے اپنے پاس بُلا کر جلدی سے وہی لَوح اُس کے گلے میں ڈال دینا۔ حقیقت معلوم ہو جائے گی۔"

شہزادے نے جُوں ہی لَوح اُس کے گلے میں ڈالی، ایک دم وہ مَلِکہ زُہرہ مثال سے نہایت بھیانک صورت کی چڑیل بن گئی اور مکان سے باہر بھاگنے کا ارادہ کیا۔ شہزادے نے تلوار کا وار کیا۔ چڑیل کٹ کر دو حِصّوں میں تقسیم ہو گئی۔ شہزادے نے لَوح حاصل کر کے دوبارہ بازو پر باندھ لی اور میٹھی نیند سو گیا۔

صُبح آنکھ کھُلی۔ نہ وہ باغ تھا، نہ وہ مکان۔ مَلِکہ زُہرہ کے دیے ہوئے فرمان اور لَوحِ الماس کو اپنے قبضے میں پایا۔ حیران ہو کر ایک طرف کو روانہ ہوا۔ چند قدم چلنے کے بعد دیکھا کہ اقبال شاہ استقبال کے لیے چلا آتا ہے۔ اُس نے فرمان اور لَوح دیکھ کر شہزادے کو اِس کام یابی پر مبارک باد دی۔ پھر لشکر کو لے کر وہاں سے کُوچ کرنے کا حُکم دیا۔

پاگلوں کی دُنیا میں

اقبال شاہ کے لشکر کا سالار مسعُود تھا۔ وہ ہمیشہ لشکر سے تین منزل پہلے روانہ ہوتا۔ سات ہزار سوار اُس کے ماتحت تھے۔ تیسرے روز وہ اپنے سواروں سمیت گندُم کے ایک کھیت پر پہنچا۔ گندُم کی بالیاں بڑی بڑی اور دانے موٹے موٹے تھے۔ چند سوار کھیت میں گئے اور بالیاں توڑ لائے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ گندُم کے ہر دانے میں نہایت مزے دار اور شہد کی مانند میٹھا شیرا بھرا ہوا تھا۔ مسعُود نے گندُم کا دانہ مُنہ میں رکھا تو عجیب

طرح کا ذائقہ پایا۔ حُکم دیا کہ اِس کھیت کے قریب ڈیرے ڈال دیے جائیں۔

تھوڑی دیر بعد ایک جانب سے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آئے اور سواروں کا مارے بھُوک کے بُرا حال ہوا، مسعُود نے کھانا طلب کیا لیکن یہ دیکھ کر باورچیوں اور رکاب داروں کے ہوش اُڑ گئے کہ تمام کھانا خراب ہو چُکا ہے اور اس میں لمبے لمبے سفید کیڑے پڑ گئے ہیں۔ صحرا میں کھانے کی کوئی اور چیز نظر نہ آئی۔ مجبور ہو کر وہی گندُم کے دانے سب نے کھائے۔ کوئی چار ہزار سواروں نے اِن دانوں سے بھُوک مٹائی۔ باقیوں نے اِس سے پرہیز کیا۔ تھوڑی دیر بعد اُن چار ہزار سواروں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور پاگلوں کی سی حرکتیں کرتے ہوئے کھیت کے گرد چکّر لگانے لگے۔ کوئی رو رہا تھا تو کوئی قہقہے لگا رہا تھا۔ کوئی گالیاں بک رہا تھا اور کوئی یُوں ہی فضا میں اَن دیکھے دُشمن پر گھونسے برسا رہا تھا۔ بعض سواروں نے

اپنے اُن ساتھیوں کو سمجھانے بُجھانے کی کوشش کی، مگر دیوانوں نے اُن ہی کو زمین پر گرا کر زبردستی گندُم کا شیرہ اُن کے حلق میں ٹپکایا۔ چند لمحے بعد اُن میں بھی پاگل پن کے آثار نمودار ہوئے اور وہ بھی کھیت کے گرد چکّر کاٹنے لگے۔ پھر سب کے سب اُونچی آواز میں چلّائے:

"اے حضرتِ آدم! ہماری مدد کیجیے۔"

اقبال شاہ کو یہ خبر پہنچی تو وہ سخت پریشان ہو کر منزلیں مارتا ہوا وہاں آیا۔ اپنی آنکھوں سے سواروں کا حال دیکھا۔ کُچھ سمجھ میں نہ آیا کہ معاملہ کیا ہے؟ اتنا پتا چل چکا تھا کہ یہ حالت گندُم کے خُوشے کھانے کے سبب ہوئی ہے۔ اقبال نے اپنی فوج کو اس کھیت سے دُور پڑاؤ کرنے کا حُکم دیا اور سختی سے ہدایت کی کہ کوئی شخص گندُم کا دانہ نہ کھائے۔

رات بھر اقبال شاہ اپنے خیمے میں عبادت کرتا رہا۔ صُبح شہزادے کے پاس آیا اور کہنے لگا:

"اے شہزادے، جب تک تُم توجّہ نہ کرو گے، اِن دیوانے سپاہیوں کا ٹھیک ہونا مُحال ہے۔ پچھلی رات خواب میں میرے مُرشد نے فرمایا ہے کہ یہ کام شہزادہ اسماعیل ہی کر سکتا ہے۔ اِس کے علاوہ جو بھی قدم بڑھائے گا، اُس کا یہی حال ہو گا جو دیوانوں کا ہے۔ تدبیر یہ ہے کہ رات کی تیسری گھڑی میں لَوحِ الماس اور مَلکہ زہرہ کا فرمان لے کر شہزادہ اسماعیل اکیلا اُس کھیت میں جائے۔ اُس وقت دیوانے سپاہی پانی پینے کے لیے جنوب کی طرف ایک چشمے پر جائیں گے۔ رات نہایت اندھیری ہو گی۔ لَوحِ الماس کو نکال کر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ لینا۔ اُس کی برکت سے سارا کھیت روشن ہو جائے گا۔ پھر اُس روشنی میں کھیت کے درمیانی حصّے میں جانا۔ وہاں آدمی کی شکل کا ایک درخت دیکھو گے۔ یہ دراصل گندُم ہی کا ایک پودا ہے۔ اِس درخت کے ارد گرد جو پودے ہوں، انہیں اُکھاڑ کر ایک جگہ جمع کر دینا۔ پھر خُدا کی بارگاہ میں سر جھُکا کر نہایت عاجزی

سے عرض کرنا کہ اے باری تعالیٰ، تُو نے حضرت آدم علیہ السّلام کی توبہ قبول کی تھی، اِس وقت مُجھے اُسی کے طُفیل اس قدر قوّت عطا کر کہ میں اِس درخت کو جڑ سے اُکھیڑ ڈالوں۔

یہ دُعا مانگنے کے بعد زور کرنا۔ درخت جڑ سے الگ ہو جائے گا اور وہاں ایک گہرا اور تاریک غار نمودار ہو گا۔ اِس غار میں اُترنے کے لیے زینہ بھی دِکھائی دے گا۔ تُم اِس زینے کے ذریعے غار میں اُترنا۔ رفتہ رفتہ ایک میدان میں پہنچو گے۔ وہاں ایک صنُدوقچہ تخت پر رکھا ہو گا اور سُنہری رنگ کا ایک بڑا سانپ اُس کے قریب کُنڈلی مارے بیٹھا نظر آئے گا۔ تُم اُس سانپ کو لَوحِ الماس دکھا کر اُونچی آواز سے کہنا :

"اے اَزراق، تُو صندوقچے کے پاس سے ہٹ جا تاکہ میں اپنی امانت لے لوں اور اِس کے بدلے میں یہ لَوحِ الماس صندوقچے میں رکھ دوں۔"

"یہ آواز سُنتے ہی سانپ صندوقچے سے دُور ہو جائے گا۔ تُم صندوقچے سے لَوحِ زَبر جَد نکال کر اُس کی جگہ لَوحِ الماس رکھ دینا۔ اِس کے بعد لَوحِ زَبر جَد ہی کی ہدایت پر تمہیں عمل کرنا پڑے گا۔"

اقبال شاہ نے جو کُچھ تدبیر بتائی تھی، شہزادے نے ایسا ہی کیا اور لَوحِ زَبر جَد حاصل کر کے اُس کا مطالعہ کیا۔ لکھا تھا:

"اے فاتحِ طِلسم، تیرے دائیں ہاتھ ایک دروازہ ہے جس پر تالا لگا ہے۔ لَوحِ زَبر جَد کو اُس تالے پر رگڑ۔ تالا فوراً کُھل جائے گا۔ دروازے کے اندر جانا۔ وہاں ایک سُرنگ ہے۔ سُرنگ کو طے کرنا۔ جب باہر نکلے گا تو چشمہ ہلبُون پر پہنچے گا۔

یہ وہی چشمہ ہے جہاں دیوانے سوار پیاس بجھانے جاتے ہیں۔ اُس چشمے کے کنارے کھڑے ہو کر سو مرتبہ اسمِ اعظم پڑھنا۔ ایک کشتی پانی سے نکلے گی۔ ایک بُوڑھا ملّاح اُس پر سوار ہو گا۔ وہ پوچھے گا کہ اے جوان، تیری

خواہش کیا ہے؟ کشتی پر سوار ہو کر اُس سے کہنا کہ بڑے میاں، اگر آپ مُجھے شہر سُنبلستان میں پہنچا دیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔ میں شاہ فیروز پوش سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سُن کر وہ بُڈّھا تُجھے کشتی میں سوار کرے گا۔ راستے میں وہ کُچھ باتیں کرے گا۔ لیکن خبردار اُس کی کسی بات کا جواب نہ دینا اور برابر اسمِ اعظم پڑھتے رہنا۔ کشتی ایک شہر کی فصیل کے نیچے پہنچے گی۔ تُم کشتی سے اُتر کر شہر میں داخل ہونا اور پھر لَوح دیکھنا۔"

شہزادے نے اِن ہدایات پر پورا پورا عمل کیا۔ جب کشتی شہر سُنبلستان کی فصیل کے نیچے پہنچی، شہزادہ کشتی سے اُترا اور شہر میں داخل ہوا۔ شہر بہت خوب صُورت اور صاف ستھرا نظر آیا۔ سیر کرتا ہوا ایک عالی شان محل کے قریب پہنچا۔ ایک راہ گیر سے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے؟ اُس شخص نے غور سے شہزادے کو دیکھا، پھر حلق پھاڑ پھاڑ کر غُل مچانے لگا کہ اے شہر

کے لوگو، دوڑو، بھاگو۔ یہ نوجوان ہمارے شہر میں نیا نیا آیا ہے۔ جلد اِس کی خاطر تواضع کرو۔

یہ غُل غپاڑا سُنتے ہی بہت سے لوگ ننگی تلواریں لیے لپکے ہوئے آئے اور شہزادے کو گھیر لیا۔ شہزادے نے جلدی سے لَوحِ زَبر جَد پر نگاہ ڈالی اور لوگوں سے کہا :

"کون کہتا ہے کہ میں اِس شہر میں نیا نیا آیا ہوں؟ میں اچھّی طرح جانتا ہوں کہ یہ محل مَلِکہ ماہ منظر کا ہے اور شاہ فیروزہ پوش نے پچھلے سال ہی اپنی بیٹی کے لیے بنوایا ہے۔

شہزادے کی یہ بات سُن کر لوگوں نے اُس شخص پر لعن طعن کی جس نے غُل غپاڑا کیا تھا۔ پھر سب اِدھر اُدھر چلے گئے۔

شہزادہ آدھی رات تک شہر میں گھومتا پھرتا رہا۔ پھر فصیل کے باہر نکل آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی سیاہ پوش محل کی طرف جا رہا ہے۔ شہزادے نے لَوح سے مشورہ کیا تو معلوم ہوا کہ اُس سیاہ پوش کا نام شارُوف ہے اور وہ شاہ فیروزہ پوش کے وزیر کا بیٹا ہے اور اِس وقت شہزادی ماہ منظر سے ملنے جاتا ہے۔

شہزادہ لَوح سر سے باندھ کر اُس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ شارُوف چلتے چلتے ایک گہرے کنویں میں اُتر گیا۔ کُنویں کی تہہ میں ایک سُرنگ تھی۔ شارُوف اور شہزادہ اسماعیل اُس سُرنگ کی راہ سے شہزادی ماہ منظر کے محل میں گئے۔ وہاں دِن نکلا ہوا تھا۔ ہر طرف جھاڑ، فانُوس قندیلیں اور شمعیں روشن تھیں۔ کنیزیں اور لونڈی غُلام اپنے اپنے مقام پر ادب سے گردنیں جھُکائے، ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ کمرے کے بیچ میں ایک

سنہری تخت پر شہزادی ماہ منظر گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اُس نے شارُوف کو اپنے قریب بِٹھا لیا اور کہنے لگی :

"خیر تو ہے ؟ بہت گھبرائے ہوئے نظر آتے ہو؟"

شارُوف نے شہر میں ایک اجنبی نوجوان کے آنے کا واقعہ بیان کیا۔

شہزادی نے کہا۔ "مُجھے خبر ملی ہے کہ لَوحِ زَبرجَد گُم ہو گئی ہے۔ یہ وہ قیمتی اور مبارک لَوح ہے جس کی حفاظت یہاں کے بادشاہ کرتے آئے ہیں۔ اگر لَوح نہ ملی تو سمجھ لو کہ بادشاہت ہمارے خاندان سے جاتی رہے گی۔ تمہیں معلوم ہے شامُوس جِن نے میرے باپ کو یہ پیام بھیجا تھا کہ اپنی بیٹی کی شادی مُجھ سے کر دو۔ لیکن میرے باپ نے انکار کر دیا تھا۔ اب لَوح گُم ہونے کے بعد میرے باپ نے شامُوس جِن کو کہلوا بھیجا ہے کہ اگر لَوحِ زَبرجَد تلاش کر کے ہمارے حوالے کرو تو میں بڑی خُوشی سے اپنی بیٹی ماہ منظر کی شادی تُم سے کر دوں گا۔ میں اِس خبر سے بہت پریشان ہوں۔

میرا خیال ہے وہ لَوح اُسی نوجوان کے قبضے میں ہے۔ کِسی طرح یہ لَوح اُس سے حاصل کرو۔"

شارُوف تھوڑی دیر بعد وہاں سے اُٹھ کر اُس کنویں کی راہ سے واپس چلا آیا۔ شہزادہ بھی اُس کے پیچھے پیچھے نکلا۔ اگلے روز شہزادہ پھر شہر کی سیر کو نکلا۔ اُس نے دیکھا کہ شارُوف سامنے سے چلا آتا ہے۔ شارُوف نے بھی شہزادے کو دیکھا اور رُک گیا۔ پھر جھُک کر سلام کرنے کے بعد بولا :

"معلوم ہوتا ہے آپ اس شہر میں نئے نئے تشریف لائے ہیں۔ اگر کوئی ہرج نہ ہو تو میرے ساتھ غریب خانے پر چلیے۔"

شہزادہ اُس کے ساتھ مکان پر آیا۔ شارُوف نے بہت خاطر تواضع کی۔ پھر اپنا سب حال سُنا کر لَوحِ زَبرجَد مانگی۔ شہزادے نے جواب دینے سے پہلے ایک الگ گوشے میں جا کر لَوح پر نگاہ ڈالی۔ لکھا تھا :

"اگر شارُوف تُم سے لَوح طلب کرے تو اُس سے کہنا کہ پہلے فیروزے کی وہ انگُشتری لا کر دو جو تمہاری دادی اپنی اُنگلی میں پہنے رہتی ہے۔"

شہزادے نے شارُوف سے انگوٹھی لانے کی فرمائش کی۔ اُس نے وعدہ کیا کہ جمعے کے روز لاؤں گا۔ جمعے کے جمعے شارُوف کی دادی غُسل کیا کرتی تھی اور انگوٹھی اُتار کر اپنے صندوقچے میں رکھ دیتی تھی۔ شارُوف موقع کا مُنتظر رہا۔ جُوں ہی اُس کی دادی غُسل خانے میں گئی، اُس نے پلک کر صندُوقچہ کھولا اور انگوٹھی نکال کر چمپت ہو گیا۔

انگوٹھی میں نہایت قیمتی اور خوب صورت فیروزے کا نگینہ بڑا تھا اور اِس نگینے پر خُدا کا ایک مبارک نام کندہ تھا۔ پھر شہزادے نے لَوح کا مطالعہ کرنے کے بعد بازار کا رُخ کیا۔ وہاں ایک قصاب کی دُکان پر سے بکرے کی کلیجی خریدی اور شارُوف کو ساتھ لے کر ایک اُونچے پہاڑ پر گیا۔ یہ پہاڑ شہر

سے کوئی دس کوس دور، جنوب کی طرف تھا۔ وہاں ہزاروں کوّے جمع تھے اور ہر کوّے کی چونچ میں گندُم کا ایک ایک خوشہ تھا۔

شہزادے نے کلیجی کے ٹُکڑے کر کے کوّوں کی طرف پھینکے۔ کلیجی دیکھتے ہی کوّوں نے اپنی اپنی چونچوں سے گندُم کے خُوشے پھینک دیے اور کلیجی کے ٹکڑوں پر ٹُوٹ پڑے۔ صرف ایک کوّا ایسا تھا کہ اُس نے اپنی جگہ سے حرکت کی نہ کلیجی کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا۔ شہزادے نے اُسے فیروزے کی انگوٹھی دِکھائی۔ انگوٹھی دیکھتے ہی اُس کوّے نے بھی اپنی چونچ سے گندُم کا خُوشہ پھینک دیا۔ شہزادے نے انگوٹھی کوّے کے آگے پھینک دی۔ اُس نے جھٹ انگوٹھی چونچ میں دبائی اور آسمان کی طرف اُڑا۔ شہزادے نے لپک کر وہ خُوشہ اُٹھا لیا۔ پھر کمان میں تیر جوڑ کر ایسا مارا کہ اُڑتا ہوا کوّا پھڑپھڑاتا ہوا زمین پر آن گِرا۔ شہزادے نے اپنی

انگوٹھی اُٹھالی اور دوسرے کوؤں نے نوچ نوچ کر زخمی کوّے کو ہڑپ کر لیا۔ پھر اِدھر اُدھر اُڑ گئے۔

شہزادہ شارُوف کو لے کر ایک جانب روانہ ہوا۔ چند قدم کے بعد ایک ٹوٹا پھوٹا مکان دِکھائی دیا جس کے دروازے پر لوہے کا زنگ لگا ہوا تالا پڑا تھا۔ شہزادے نے اس گندُم کے خُوشے کو تالے پر ملا۔ اُسی وقت تالا پھٹ سے کھل گیا۔ دونوں اندر داخل ہوئے۔ دیکھا کہ چھت میں ایک تابوت لٹکا ہوا ہے۔ ایک انسانی ہاتھ اُس تابوت سے باہر نکلا ہوا تھا۔

شہزادے نے اُس ہاتھ کی چھنگلیا میں فیروزے کی انگوٹھی پہنا دی۔ انگوٹھی پہناتے ہی تابوت کا ڈھکنا خود بخود کھُلا اور ایک بُڈّھا باہر نکل آیا۔ اُس نے گھور کر اُن دونوں کو دیکھا اور رُعب دار آواز میں کہا :

"تم نے تیران شاہ کو کئی ہزار برس بعد گہری نیند سے جگایا ہے۔ بولو، کیا کام ہے مُجھ سے ؟"

شہزادے نے جواب دیا۔ "یہ میرا ساتھی شارُوف ہے اور فیروزہ پوش کی بیٹی شہزادی ماہ منظر سے شادی کا خواہش مند ہے۔ فیروزے کی یہ انگوٹھی اِسی نے پیش کی ہے اور اَسوَد حیلہ گر کو بھی قتل کر دیا ہے جو ہمیشہ کوّے کی صُورت میں رہتا تھا اور دراصل شاموس جِن کا غُلام تھا، اب شاموس جِن سے فیروزہ پوش اپنی بیٹی کی شادی کرنے پر تُلا ہوا ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ شارُوف کی مدد کرو۔ اِس کے علاوہ مَلِکہ زہرہ مثال نے بادشاہ جنُوبیہ راسب شاہ کے نام ایک فرمان لکھ کر میرے حوالہ کیا ہے اور آئندہ کے لیے وعدہ کیا ہے کہ وہ سلطان روح الملک کی اطاعت کرے گا۔ اب آپ بھی اِس فرمان پر اپنے دستخط کریں اور مہر لگائیں :

یہ سُن کر تیران شاہ نے اِس فرمان پر دستخط کر کے مُہر لگائی اور کہا کہ ہم نے حِصارِ خاکی کے حکمران کی حیثیت سے شارُوف کی مدد کرنے کا اختیار تُجھے عطا کیا۔

شہزادہ اور شارُوف دونوں تیران شاہ کو سلام کر کے اُس مکان سے باہر نکل آئے اور وہ دوبارہ تابوت میں جا کر سو گیا۔

اَب کُچھ حال شامُوس جن کا سُنیے۔ فیروزہ پوش کا پیام اُسے ملا کہ اگر تُم لَوحِ زَبرجَد تلاش کر کے ہمارے حوالے کر دو تو ہم شہزادی ماہ منظر کی شادی تُم سے کر دیں گے۔ یہ پیغام پا کر شامُوس جِن خوشی سے پھولا نہ سمایا اور اُسی وقت اپنے غُلاموں کو بُلا کر حُکم دیا کہ لَوحِ زَبرجَد کی تلاش میں نکل جائیں۔ یہ حُکم غُلاموں کو دے کر شادی کی تیّاریوں میں مصروف ہوا۔

اُدھر شہزادہ اور شارُوف دونوں فیروزہ پوش کے باغ میں آئے۔ دیکھا کہ ہر طرف شادی کا ہنگامہ گرم ہے۔ شارُوف یہ سامان دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوا۔ شہزادے نے اُسے تسلّی دی کہ گھبراؤ مت۔ جو خُدا کرے گا، وہی ہو گا۔ اِس کے بعد لَوح کا معائینہ کیا۔ لکھا تھا:

"آدھی رات کے بعد لَوح سر سے باندھ کر فیروزہ پوش کے محل میں جاؤ۔ اُس کی قوم کا قاعدہ ہے کہ شادی طے پاتے ہی دلہن کو اکیلا ایک کمرے میں بند کر دیتے ہیں اور کسی غیر کو وہاں جانے نہیں دیتے۔ جب وہ دُلہن کو کمرے میں لے جائیں تو تم بھی اس کے ساتھ کمرے میں داخل ہو جانا۔ لَوح سر پر بندھی ہونے کے سبب کوئی تمہیں دیکھ نہیں سکے گا۔ جب دُلہن کو کمرے میں چھوڑ کر سب باہر چلے جائیں، تب تُم لَوح کو سر سے اُتار کر خود کو ظاہر کرنا اور دُلہن کو حقیقت بتا کر اُسے شارُوف کے پاس لے آنا۔ اُدھر جب دُلہن کے گُم ہونے کی خبر پھیلے گی تو شامُوس جِن طیش میں آ کر فیروزہ پوش کو قتل کرے گا۔ اِس کے بعد میدان صاف ہے، تُم شارُوف کو تخت پر بٹھانا اور اُس کی شادی شہزادی ماہ منظر سے کر دینا۔"

شہزادے نے ایسا ہی کیا۔ جس رات شارُوف کی شادی کا جشن تھا، اُس رات شہزادے کو گہری نیند آئی۔ صُبح آنکھ کھُلی تو کُچھ نہ تھا۔ ہاں، کُچھ فاصلے

پر اقبال شاہ کا لشکر ضرور دِکھائی دیا۔ شہزادے نے اُس سے سب ماجرا کہا اور فوج کے چار ہزار دیوانے سپاہیوں کا حال پوچھا۔

اُس نے بتایا کہ وہ سب کے سب مُلک جنُوبیہ کی طرف چلے گئے ہیں۔ اُسی روز شہزادہ بھی اقبال شاہ کے لشکر سمیت جنُوبیہ کی جانب روانہ ہوا۔

دُھر دیوانے سپاہیوں نے جنوبیہ سودائیوں (پاگلوں) کی دُنیا میں داخل ہو کر ایسا اُدھم مچایا کہ خُدا کی پناہ۔ پہلے ہی جو قلعہ نظر آیا اُس میں گھُس گئے اور جو سامنے آیا، اُسے مارا ڈالا۔ راسب شاہ کی جانب سے اِس قَلعے کا حاکم محرُوق نام کا ایک سردار تھا۔ اُس نے اپنی فوج کے ذریعے اُن دیوانوں کو گھیرنے کی کوشش کی، مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ دیوانوں پر کوئی ہتھیار اثر نہ کرتا تھا۔

محرُوق نے پریشان ہو کر قلعہ خالی کر دیا۔ دیوانوں نے چند دِن کے اندر اندر کھانے پینے کا جتنا ذخیرہ تھا چٹ کر ڈالا، پھر بھی اُن کی بھوک نہ مِٹی۔ اُنھوں

نے اِدھر اُدھر آبادیوں اور بستیوں پر دھاوا بول دیا۔ کھیت اور کھلیان اُجاڑ دیے۔

ایک روز ایسا ہوا کہ راسب شاہ کی بیٹی شہزادی سیاہ نقاب کی سواری قَلعے کے قریب سے گزری، دیوانے سمجھے کہ شاہی سواری کے ساتھ کھانے پینے کا سامان بھی ضرور ہوگا۔ اُنھوں نے سواری پر ہلّا بول دیا اور شہزادی کو پکڑ کر قَلعے میں لے گئے۔ اُس کے تمام ساتھیوں اور محافظوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

اقبال شاہ تک یہ خبر پہنچی تو اُس نے شہزادے سے کہا کہ ان دیوانے سپاہیوں کا علاج بھی آپ ہی کے ذمّے ہے۔ شہزادے نے لَوح سے مشورہ کیا۔ جواب ملا کہ جب تک لَوحِ حدید (فولادی تختی) حاصل نہ کرو گے اِن دیوانوں کا علاج مُشکل ہے۔ لَوحِ حدید پانے کا طریقہ یہ ہے کہ اُس مقام سے جنوب کی طرف ایک ویرانہ ہے۔ آدھی رات کو وہاں جاؤ۔

ویرانے میں ہر جانب کالی بکریوں کے ریوڑ گھومتے پھرتے دِکھائی دیں گے۔ اُن بکریوں کی مَلِکہ ایک بہت بڑی سفید پری ہوگی۔ اُس کے نزدیک جا کر لَوحِ زَبر جَد کا عکس اُس پر ڈالنا۔ وہ فوراً ایک طرف روانہ ہوگی۔ تُم اُس کے پیچھے پیچھے جانا۔

سفید بکری ایک اُونچے درخت کے پاس جا کر پلک جھپکتے ہی ہڑپ کر جائے گی۔ اِس کے بعد اِس زور سے اپنا سر درخت پر مارے گی کہ ایک ہولناک شور کے ساتھ درخت زمیں پر آن گرے گا۔ لیکن اُس کے گِرتے ہی وہاں ایک اور درخت پیدا ہو جائے گا۔ اُس درخت میں پتّوں کے بجائے سات تختیاں لٹکی ہوں گی۔ اُن ہی میں وہ لَوحِ حدید بھی ہو گی۔ تمہارے پاس جو لَوحِ زَبر جَد ہے، اُسے اپنے ہاتھ پر رکھ کر سو مرتبہ اسمِ اعظم پڑھنا۔ لَوحِ زَبر جَد درخت پر چلی جائے گی اور اُس کی جگہ لَوحِ حدید تمہاری ہتھیلی پر آ جائے گی۔

شہزادے نے اِس تدبیر پر عمل کر کے لَوحِ حدید حاصل کی۔ پھر اُسے پانی میں دھو کر وہ پانی ایک ایک گھونٹ سب دیوانے سپاہیوں کو پلایا۔ اُسی وقت سب ہوش میں آ گئے، سارا پاگل پن جاتا رہا۔ شہزادے نے اُن سپاہیوں کے سالار مسعُود سے پوچھا کہ اب کیا حال ہے؟ اُس نے ہاتھ باندھ کر کہا کہ حضُور، مُجھے کُچھ پتا نہیں۔ اتنا یاد ہے کہ میں اپنے دستے کے ساتھ گندُم کے ایک کھیت پر پہنچا اور گندُم کے چند دانے کھائے۔ پھر مُجھے اپنے حال کی کُچھ خبر نہ رہی۔

شہزادے نے راسب شاہ کی بیٹی کو آزاد کرا کے اُس کے باپ کے پاس روانہ کیا۔ دوسرے روز راسب شاہ شکریہ ادا کرنے کے لیے اقبال شاہ کے لشکر میں آیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ حِصارِ خاکی کے حاکم سے بھی فرمان لے لیں تو پھر مُجھے سُلطان روح الملک کی خدمت میں حاضر ہونے سے

کوئی عُذر نہ ہوگا۔ حِصارِ خاکی کا حاکم دشتِ سواد میں رہتا ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ بغیر اِجازت وہاں قدم رکھ سکے۔

بازی گروں کا شہر

شاہ کے رُخصت ہونے کے بعد اقبال شاہ نے شہزادے کی منّت سماجت
کی اور کہا کہ جہاں آپ نے اتنی مہربانیاں کی ہیں، یہ ایک احسان اور کیجیے
اور حِصارِ خاکی (خاک کی چار دیواری) کے حاکم کے پاس تشریف لے
جائیے۔ اُن سے فرمان حاصل کرنا آپ ہی کا کام ہے۔

شہزادہ ایک روز آرام کر کے لَوح کے مشورے کے مطابق ایک صحرا میں
گیا۔ وہاں چاروں طرف سے اِس قدر خوش بُو آتی تھی کہ دماغ معطّر ہوا جاتا

تھا۔ چلتے چلتے صحرا میں ایک وسیع چبوترا دِکھائی دیا جس پر بڑے بڑے سات دائرے کھینچے ہوئے تھے۔ ہر دائرے کا رنگ مختلف تھا۔ شہزادے نے لَوح پر نگاہ ڈالی۔ لکھا تھا:

"اگر تمہیں حِصارِ خاکی کے حاکم سے فرمان لینا ہے تو اِن سات رنگوں کے دائروں میں ہر روز بیٹھ کر اسمِ اعظم ساری رات پڑھنا ہو گا۔ اِس دوران میں کھانا پینا بھی بالکل بند رہے گا۔ رات کو عجیب عجیب خوف ناک صورتیں نظر آئیں گی، لیکن خبردار! دائرے سے باہر قدم نہ رکھنا۔ آٹھویں روز ایک شخص ہاتھی پر سوار وہاں آئے گا اور تمہیں فرمان لکھ کر دے گا۔"

غرض شہزادے نے روز رات کو ایک دائرے میں بیٹھ کر اسمِ اعظم پڑھنا شروع کیا۔ ایسی ایسی بھیانک شکلیں آئیں کہ شہزادے کی جگہ کوئی اور ہوتا تو کبھی کا دہل کر دَم دے چکا ہوتا۔ لیکن شہزادے نے اپنی جگہ سے

حرکت تک نہ کی۔ چھٹے روز کیا دیکھتا ہے کہ ایک خوب صورت عورت چار سال کے ایک بچّے کو گود میں اُٹھائے چلی آ رہی ہے۔ اُس کے پیچھے پیچھے ایک لمبا تڑنگا کالے رنگ کا شخص ہاتھ میں ننگی تلوار لیے بھاگا آ رہا تھا۔

عورت دائرے کے نزدیک آن کر گِر پڑی اور روتے ہوئے فریاد کرنے لگی کہ اے شہزادے، خُدا کے لیے مُجھے اِس ظالم خوں خوار شخص سے بچاؤ۔ یہ مُجھے اور میرے بچّے کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ اتنے میں وہ شخص دائرے کے قریب آ گیا اور عورت کو مارنے کے لیے تلوار بُلند کی شہزادے نے للکار کر اُسے اس حرکت سے منع کیا، مگر اُس نے قہقہہ لگا کر کہا:

"او بُزدل، اگر تُجھ میں ہمّت ہے تو میرے مُقابلے میں آ۔ دیکھا تُجھے کیا مزا چکھاتا ہوں۔"

یہ سُنتے ہی شہزادے کے غصّے کی انتہا نہ رہی۔ اس قدر طیش آیا کہ سوچے سمجھے بغیر فوراً دائرے سے باہر قدم رکھ دیا اور شمشیرِ جمشیدی کھینچ کر اُس شخص کی طرف بڑھا لیکن دائرے سے نکلتے ہی ایسا طوفان آیا کہ خُدا کی پناہ معلوم ہوتا تھا پہاڑ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہیں۔ ہوا اتنی تیز تھی کہ صحرا کے تمام درخت جڑوں سے اُکھڑ کر اِدھر سے اُدھر اُڑتے پھر رہے تھے۔

بہت دیر بعد یہ طوفان تھما اور شہزادے نے اپنے آپ کو ایک میدان میں پایا۔ نہ وہ چبوترا تھا نہ دائرے، نہ وہ عورت، اور نہ اُسے مارنے کے لیے آنے والا شخص۔ شہزادے نے لَوح پر نگاہ ڈالی۔ اُس میں یہ عبارت نظر آئی :

"اے شہزادے، تُم سے بڑی بھاری غَلطی ہوئی۔ تُم اِس طِلسم کے شیطانوں کے فریب میں آ گئے حال آں کہ تمھیں پہلے ہی سمجھا دیا گیا تھا کہ

خواہ کُچھ ہو، دائرے سے باہر قدم نہیں رکھنا ہے۔ اب اِس غَلطی کی سزا میں ایک برس تک حیران پریشان پھرو گے۔ خیر اب جو ہوا سو ہوا۔ آئندہ لَوح کی ہدایت پر پُورا پُورا عمل کرنا ورنہ پچھتانا پڑے گا۔"

بس اتنی ہی عبارت ظاہر ہوئی۔ لَوح نے آگے کے لیے کوئی ہدایت نہیں دی۔ آخر شہزادہ اللہ کا نام لے کر ایک طرف روانہ ہوا۔ چھ مہینے تک بھوکا پیاسا اور طرح طرح کی بے شمار تکلیفیں اُٹھاتا ایک شہر میں پہنچا۔ عجیب شہر تھا اور عجیب لوگ تھے۔ ہر شخص اپنے ساتھ ایک پالتو بکری لیے چلتا تھا۔ دیر تک شہزادہ شہر میں گھُومتا پھرتا رہا۔ کسی نے اُس سے کھانے کو پوچھا نہ پانی کو۔ اس نے دِل میں کہا، عجب تماشے کی بات ہے کہ اِن لوگوں کے نزدیک بکری زیادہ اہم ہے اور انسان کو کوئی نہیں پوچھتا۔ آخر تنگ آکر ایک شخص سے پوچھا:

"بھائی، اِس شہر کا نام کیا ہے اور یہاں کا بادشاہ کون ہے؟"

اُس نے شہزادے کو اوپر سے نیچے تک دیکھا اور بڑی رَکھائی سے جواب دیا:

"معلوم ہوتا ہے اِس جگہ نئے نئے پھنسے ہو۔ میاں، اِس کو بازی گروں کا شہر کہتے ہیں۔ یہاں کا بادشاہ چند روز ہوئے مر گیا۔ اب اُس کی بیٹی لاعبہ حکُومت کرتی ہے۔ اَب تُم بولو، کون ہو، کہاں سے آئے ہو اور یہاں کیا کرنے کا ارادہ ہے؟"

شہزادے نے کہا۔ "بھائی، میرا کیا پوچھتے ہو۔ ایک مُصیبت زدہ مسافر ہوں۔ کئی روز سے کھانے کو کُچھ نہیں ملا۔ ممُکن ہو تو کسی تدبیر سے کھانا کھلواؤ۔"

اُس نے ٹھٹھا لگا کر کہا۔ "ارے بے وقوف، یہاں تُجھے جھُوٹے مُنہ بھی کوئی نہ پوچھے گا۔ بہتر یہ ہے کہ کسی بکری والے کی نوکری کر لے۔ پھر وہ

تیرا پیٹ بھر دیا کرے گا۔ اگر نوکری نہ کرے گا تو سمجھ لے کہ بھوکا پیاسا ہی رہے گا۔ اور فاقے کر کر کے مر جائے گا۔"

شہزادے نے کہا۔ "نوکری بھی قبول ہے۔ کہتے ہیں بھُوکا مرتا کیا نہ کرتا لیکن آقا کوئی شریف ہونا چاہیے نہ کہ کوئی بکری والا یا بازی گر۔"

اُس شخص نے ہنس کر کہا۔ "جو مشورہ مجُھے دینا تھا وہ میں نے تُجھے دے دیا۔ اب ماننا نہ ماننا تیرے اختیار میں ہے۔ گھُوم پھر کر دیکھ لے، شاید کوئی روٹی کا ٹکڑا تیرے آگے ڈال دے۔"

شہزادے کو اُس کی یہ بات سُن کر تاؤ تو بہت آیا لیکن لڑنے جھگڑنے کا موقع نہ تھا، ویسے ہی بے چارہ کئی دِن سے بھُوکا پیاسا تھا۔ کسی سے دنگا فساد کرنے کی ہمّت نہ تھی۔

غرض سارا دِن اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔ کسی نے توجّہ اور ہمدردی کی نظر نہ ڈالی، سورج چھُپنے سے تھوڑی دیر پہلے، ہر شخص اپنی اپنی بکری کو لے کر اُس چوک میں جاتا دِکھائی دیا جو شہر کے بیچوں بیچ بنایا گیا تھا۔ شہزادہ بھی تماشا دیکھنے کے لیے اُدھر روانہ ہوا۔ کیا دیکھا کہ نہایت وسیع اور کُشادہ میدان ہے۔ اُس کے کنارے نیلے رنگ کا ایک خوش نُما مکان بنا ہے جس کے چھجّے پر ایک زر نِگار کُرسی دھری ہے۔

جب بے شُمار بکرے، بکریاں میدان میں جمع ہو گئے تو ایک شخص نے زور زور سے نقّارہ بجانا شروع کیا۔ پھر بکروں اور بکریوں کی آپس میں لڑائیاں ہونے لگیں۔ اتنے میں چھجّے پر شہزادی لاعبہ نمودار ہوئی۔ لوگوں نے اُسے دیکھ کر خوشی سے تالیاں بجائیں اور ناچنے لگے۔ دو گھنٹے تک بکروں کی لڑائیاں ہوئیں۔

آخر میں شہزادی کی طرف سے ایک بہت بڑا سیاہ رنگ کا بکرا لڑائی کے میدان میں بھیجا گیا۔ اِس کے سینگ سونے کے تھے۔ اُس نے کئی بکروں کو پچھاڑا۔ سُورج غروب ہوا تو یہ تماشا ختم ہو گیا۔ جیتنے والوں کو شہزادی نے اپنے ہاتھ سے انعام تقسیم کیے، نقّارہ بجانے والے نے یہ اعلان بھی کیا کہ اب آئندہ مُقابلہ جمعے کے روز ہو گا اور جس شخص کا بکرا شہزادی کے بکرے سے جنگ میں جیتے گا، اُس کی شادی شہزادی سے ہو جائے گی۔ یہ اعلان سُن کر لوگوں میں پھر جوش و خروش پیدا ہوا اور اُنہوں نے حلق پھاڑ پھاڑ کر خوب نعرے لگائے

شہزادے نے دیکھنے کو تو یہ تماشا دیکھا، مگر بھُوک کی شدّت سے بے چارے کا بُرا حال تھا۔ آنتیں قل ہو اللہ پڑھ رہی تھیں اور کمزوری کی یہ کیفیّت تھی کہ دو قدم چلنا دُشوار تھا۔ آخر تنگ آ کر لَوح پر نگاہ ڈالی۔ یہ عبارت ظاہر ہوئی :

"اے شہزادے، جو مُصیبت تُم پر آئی ہے، اُس کا سبب تُم خود ہی ہو۔ اگر لَوح کی ہدایت پر پورا پورا عمل کرتے اور اُس طِلسمی دائرے سے قدم باہر نہ نکالتے تو آج یہ بُرا دِن کیوں دیکھنا پڑتا۔ بہر حال، ہمّت بُلند رکھو اور خُدا پر بھروسا کرو۔ وہی ہر مُشکل آسان کرنے والا ہے۔ راستے میں ایک بُڈّھا سفید لباس پہنے اور سبز ٹوپی اوڑھے ملے گا۔ ایک لڑکا اُنّیس بیس کا اُس بُڈّھے کے ساتھ ہو گا۔ اُس سے نوکری کی درخواست کرنا۔ اُمّید ہے وہ تمھیں نوکر رکھ لے گا۔"

ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ وہی بُڈّھا اور لڑکا سامنے سے آتے ہوئے دِکھائی دیئے۔ غرض مند دیوانہ ہوتا ہے۔ شہزادے نے بڑھ کر سلام کیا۔ بُڈّھے نے خُوش ہو کر سلام کا جواب دیا اور پوچھنے لگا کہ بیٹا کون ہو، کہاں سے آئے ہو، صورت سے تو شریف زادے نظر آتے ہو۔ شہزادے نے جواب دیا کہ بڑے میاں، اِس وقت تو نوکری کی تلاش میں ہوں،

دوسرے سوالوں کا جواب بعد میں دوں گا۔ پہلے یہ فرمائیے کہ مُجھے کہیں
نوکری مل سکتی ہے۔

بُڈّھے نے کہا۔ "گھبراؤ مت۔ میرے ساتھ چلو سب کُچھ انتظام ہو جائے
گا۔ میرے پاس چار بکرے ہیں جو شخص ان بکروں کی خدمت پر مقرّر تھا
وہ نوکری چھوڑ کر بھاگ گیا۔ مُجھے خود اِن دِنوں ایک نوکر کی ضرورت تھی۔
اچھّا ہوا تم نے اپنی ضرورت بیان کر دی۔"

شہزادہ اپنی قسمت پر صبر شُکر کرتا ہوا اُس بُڈّھے کے ساتھ چلا۔ وہ اُسے
ایک عالی شان مکان میں لے گیا۔ پہلے حمام میں غُسل کرایا، پھر عمدہ لباس
لا کر پہننے کو دیا۔ اِس کے بعد وہ جگہ دِکھائی جہاں چاروں بکرے بندھے
ہوئے تھے۔ شہزادے نے دیکھا کہ بڑے قد آور بکرے ہیں اور چاروں
کے چاروں لڑاکا لگتے ہیں۔ اِتنے میں اُس نوجوان لڑکے نے ہائے ہائے
شروع کی جو بُڈّھے کے ساتھ تھا۔ شہزادے نے پوچھا:

"میاں تمہیں کیا تکلیف ہے جو یوں ہائے ہائے کرتے ہو؟ اگر ہرج نہ ہو تو مُجھ سے بیان کرو۔"

اُس لڑکے نے کہا۔ "میرا نام کالُوط زرد پوش ہے۔ یہ بڑے میاں میرے والد ہیں اور بازی گروں کے مرنے والے بادشاہ کے سگے بھائی ہیں۔ میں شہزادی لاعبہ سے شادی کا خواہش مند ہوں، لیکن اُس نے شادی کی جو شرط لگا رکھی اُسے پورا کرنا میرے بس سے باہر ہے۔ چودہ مرتبہ اپنا بکرا لڑائی کے لیے تیّار کر کے میدان میں بھیج چُکا ہوں، مگر ہر بار شہزادی کا بکرا میرے بکرے کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔"

یہ کہہ کر نوجوان پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگا۔ شہزادے کو اُس کے حال پر بڑا ترس آیا۔ اُس نے اُسے تسلّی دیتے ہوئے کہا :

"میاں، گھبرانے کی کیا بات ہے۔ کوشش کیے جاؤ۔ ایک نہ ایک دِن اپنے مقصد میں کام یاب ہو جاؤ گے۔"

شہزادے کو اُس بُڈّھے کے گھر میں رہتے سہتے کئی دِن بیت گئے۔ اُس کا نام سالُوط تھا۔ اُس نے شہزادے کے آرام کا ہر طرح خیال رکھا۔ اِدھر شہزادہ بھی دِن رات چاروں بکروں کی نگہبانی اور خبر گیری میں جُتا ہوا تھا۔ ایک دِن بیٹھے بیٹھے خیال آیا، لاؤ ذرا لَوح سے مشورہ تو کریں۔ دیکھیں کیا کہتی ہے۔ چناں چہ لَوح پر نظر دوڑائی اور جو ہدایات ملیں اُن کے مطابق اپنے آقا سالُوط سے چھُٹّی لے کر وہاں سے نکلا اور شہر بازی گراں سے پندرہ کوس دُور ایک قصبے میں گیا۔ وہاں ایک بُڑھیا اسے اپنے مکان میں لے گئی۔ بُڑھیا کا نام سمنانہ تھا اور اُسے بھی ایک ایسے نوکر کی تلاش تھی جو اُس کی بکری اور اُس کے دو بچّوں کی دیکھ بھال کر سکے۔ بُڑھیا کی بکری نے یہ دو بچّے پچھلی رات ہی دیے تھے۔ ایک بچّہ سیاہ تھا، دوسرا سفید۔

شہزادے نے بُڑھیا سے کہا۔ "بڑی بی، آپ کی اور آپ کی بکری کے بچّوں کی خِدمت سے مجھے اِنکار نہیں لیکن اِن دِنوں میں سالُوط کا مُلازم

ہوں، اُسے دراصل بکری کے ایک سفید بچّے کی ضرورت ہے، میں اُس کی تلاش میں نکلا تھا۔ آپ کی بڑی مہربانی ہو اگر آپ قیمت لے کر سفید بچّہ میرے حوالے کر دیں۔"

شہزادے کی یہ بات سُن کر بُڑھیا چونک کر اس کی صُورت تکنے لگی۔ پھر کُچھ دیر بعد کہنے لگی:

"اے بیٹا، میرا مرحوم شوہر کہا کرتا تھا کہ ایک زمانے میں یہ بکری دو بچّے دے گی۔ ایک کالا ہو گا، دوسرا سفید۔ سفید بچّہ ایک شہزادے کے کام آئے گا۔ اگر وہ سے بچّہ مانگے تو فوراً دے دیجیو۔ انکار ہرگز نہ کرنا۔ معلوم ہوتا ہے تُم وہی شہزادے ہو۔"

بُڑھیا کی یہ بات سُن کر شہزادے نے حیرت سے اُنگلی دانتوں تلے دبالی۔ پھر آپ ہی آپ اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا:

"امّاں جان، آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ کبھی میں شہزادہ تھا، لیکن اب اپنی ہی غلَطی کے باعث سالُوط کا ایک ادنیٰ نوکر بنا ہوا ہوں۔ خُدا سے دُعا کیجیے کہ وہ میری مُشکل آسان کرے۔"

بُڑھیا نے شہزادے کو بہت بہت دُعائیں دیں پھر بکری کا سفید بچّہ دے کر رُخصت کیا۔ شہزادہ سالُوط کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے غیب سے خبر پا کر یہ بچّہ خاص طور پر حاصل کیا ہے۔ اِس کی پرورش کرو۔ یہ شہزادی لاعبہ کے بکرے کو میدانِ جنگ میں مار مار کر اَدھ مُوا کر دے گا۔ شہزادے کی یہ بات سُن کر سالُوط سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا:

"لیکن میرا اطمینان کیسے ہو کہ جو کُچھ تُم کہہ رہے ہو، وہ سچ ہے۔ کوئی ثبوت دو۔"

شہزادے نے کہا۔ "تمہارے مکان کے صحن میں کھجور کا ایک درخت ہے جو برسوں سے سوکھا پڑا ہے اور پھل نہیں دیتا۔ تُم بکری کے اِس بچّے کو

اُس درخت کے پاس لے جاؤ۔ جوں ہی یہ بچّہ درخت کے قریب جائے گا، اُس کی شاخیں ایک دم ہری ہو جائیں گی اور اُس میں کھجوریں بھی لگ جائیں گی۔ جب تُم اپنی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھ لوگے، تب تمہیں یقین آجائے گا کہ میں نے جو کُچھ کہا ہے، وہ درست ہے۔"

یہ بات سُن کہ سالُوط اور حیران ہوا۔ اُسی وقت بکری کے بچّے کو گود میں اُٹھا کر درخت کے قریب لے گیا۔ جو کُچھ شہزادے نے کہا تھا وہی ہوا۔ آناً فاناً خشک اور سُوکھا ہوا درخت ہرا بھرا دِکھائی دینا لگا اور اُس کی پھُنگی پر کھجوروں کے خُوشے بھی پیدا ہو گئے۔

اِس واقعے کے بعد سے سالُوط اور اُس کے بیٹے کالُوط نے شہزادے کی قدر اور زیادہ کرنی شروع کر دی۔ جو خود کھاتے، وہی شہزادے کو کھِلاتے۔ جو خود پہنتے، وہی اُسے بھی پہناتے۔

اِدھر شہزادے نے لَوح کی ہدایت کے مطابق سفید بچّے کی پرورش شروع کی۔ شاہی باغ میں چار درخت عجیب قسم کے تھے۔ اِن درختوں کی ہر ٹہنی میں پانچ پانچ پتّے تھے۔ کوئی شخص بھی اِن درختوں کی اِس خوبی سے اب تک آگاہ نہ تھا۔ دو مہینے تک شہزادے نے بکری کے بچّے کو یہی پتّے کھلائے۔ اُن کا اثر یہ ہوا کہ وہ روز بروز طاقت ور ہوتا چلا گیا۔ جو دیکھتا، حیران رہ جاتا۔ پھر اُس میں اِتنی قوّت پیدا ہو گئی کہ ہٹّے کٹّے بھینسے کو ٹکّر مار کر زمین پر لِٹا دیا۔ پورے شہر میں اِس سفید بکرے کی دھوم مچ گئی۔

آخر وہ دِن بھی آیا جب شہر کے چوک میں بکروں کی لڑائیاں ہوتی تھیں۔ کالُوط بھی اپنے بکرے کو لے گیا۔ اُس نے مُقابلے میں آنے والے سب بکروں کو بھگا دیا۔ شہزادی لاعبہ اپنے محل کے چھجّے سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ آخر اُس نے اپنے بکرے کو میدان میں بھیجا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ ٹکّر برابر کی تھی، مگر تھوڑی دیر بعد ہی لوگوں نے دیکھ لیا کہ شہزادی

کا بکرا میدان چھوڑ کر بھاگنے کی فکر میں ہے۔ اِتنے میں سفید بکرے نے اُچھل کر ایسی ٹکّر ماری کہ کالے بکرے کی کھوپڑی چٹخ گئی اور اور وہ وہیں خُون تھُوک تھُوک کر مر گیا۔

کالے بکرے کے مرتے ہی نقّاروں اور نعروں کے شور سے شہر بازی گراں کے در و دیوار ہِل گئے۔ شہزادی لاعبہ شرط ہار گئی اور کالُوط جیت گیا۔ اُسی وقت نقّارچی نے اعلان کیا کہ کل کالُوط اور شہزادی لاعبہ کی شادی کا جشن ہو گا۔

شہزادے نے کالُوط کو تخت پر بِٹھایا اور خود لَوح کی ہدایت کے مطابق کوتوالِ شہر کا عہدہ طلب کیا۔ کالُوط اُسے وزیرِ اعظم بنانے کا خواہش مند تھا، مگر شہزادہ کِسی طرح نہ مانا اور اپنی بات پر اڑا رہا۔ آخر کالُوط کو رضا مند ہونا پڑا۔ ایک ہفتے بعد کوتوالی کے پیادے چار سال کے ایک گُم شُدہ بچّے کو لے کر آئے۔ شہزادے نے اُس بچّے کو اپنے پاس رکھا اور شہر میں

منادی کرائی کہ جِس کا بچّہ کھو گیا ہو، وہ اُسے کوتوالی سے آن کر لے جائے۔ بہت سے لوگ آئے، مگر بچّہ اُن میں سے کسی کا نہ تھا۔

چوتھے روز وہی عورت اور لمبا تڑنگا مرد کوتوالی میں آئے، جنھوں نے فریب دے کر شہزادے کو دائرے سے نکالا تھا۔ شہزادے نے اُسی وقت دونوں کو گرفتار کیا اور کالُوط سے کہا کہ میں اُنھیں قتل کرنا چاہتا ہوں، کالُوط نے اجازت دے دی۔ شہزادے نے شمشیرِ جمشیدی سے اُن دونوں شیطانوں کو قتل کر کے کلیجیاں نکال لیں۔ اُس کے بعد لَوح کی ہدایت کے مُطابق صحرا کی جانب روانہ ہوا۔

کئی کوس چل کر کیا دیکھا کہ ایک جگہ آگ دہک رہی ہے، شہزادے نے مرد اور عورت دونوں کی کلیجیاں اُس میں جھُونک دی۔ فوراً آگ غائب ہو گئی اور ہر طرف دھواں ہی دھواں پھیل گیا۔ بہت دیر بعد دھواں دُور ہوا تو ایک بہت بڑا لشکر وہاں آیا۔ سب سپاہیوں کے لباس سیاہ تھے۔ اُن کا

سردار ہاتھی پر سوار تھا۔ وہ شہزادے کے پاس آیا اور بڑے رُعب سے کہنے لگا :

"اے جوان، تُو نے ہمیں کس کام کے لیے طلب کیا ہے؟ جلد بتا، ہمیں بہت دُور جانا ہے۔"

شہزادہ سمجھ گیا کہ یہی شخص حِصارِ خاکی کا سردار ہے۔ اُس نے اپنی ضرورت بیان کی۔ ہاتھی سوار نے اُسی وقت فرمان لِکھّا، اپنی مُہر لگا کر شہزادے کے حوالے کیا اور آگے روانہ ہوا۔

شہزادہ بھی فرمان لے کر اپنی منزل کی جانب چلا۔ تھوڑی دُور ہی گیا ہوگا کہ سامنے سے اقبال شاہ کا لشکر آتا دِکھائی دیا۔ اقبال شاہ نے دوڑ کر شہزادے کے ہاتھ پکڑے، شہزادے نے اُسے گلے سے لگایا۔ دوسرے روز اُنھوں نے وہ فرمان راسب شاہ کو دِکھایا۔ اُس نے اِطاعت

قبول کی اور وعدہ کیا کہ جب حُکم ہو گا، میں اُسی وقت سُلطان رُوحُ الملک کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔

تب اقبال شاہ نے راسب سے پوچھا کہ تمہارے عقل مندوں کی دُنیا کتنی دُور ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ چھ مہینے کی راہ ہے اور اگر تُم دشت بادانگیز (آندھی کا صحرا) سے جاؤ گے تو شاید جلد پہنچ جاؤ۔ یہ سوچ لو کہ راہ میں ہزاروں خطرے ہیں اور وہاں بہت جان جوکھوں کا کام ہے۔

طالقُوس نجومی

چار دِن آرام کرنے کے بعد اقبال شاہ شہزادے کو لے کر دشتِ باد انگیز کی جانب روانہ ہُوا۔ یہ دشت ایسا سُنسان اور ویران تھا کہ خُدا کی قُدرت یاد آتی تھی۔ کوسوں میلوں تک نہ سبزہ، نہ درخت، نہ پانی، نہ کہیں کوئی جانور۔ دِن بھر آسمان پر سورج چمکتا اور آگ برساتا اور رات کو ایسی گرم آندھی چلتی جیسے کسی نے تنور میں جھونک دیا ہو۔ ایک ماہ کے سفر ہی میں بے شمار سپاہی مر گئے اور ابھی پانچ ماہ کا راستہ باقی تھا۔

ایک روز سورج چھُپنے سے تھوڑی دیر پہلے کا ذکر ہے، دُور صحرا میں اس قدر روشنی دِکھائی دی جیسے ہزاروں لاکھوں شمعیں اور قندیلیں روشن ہیں۔ لشکر والے یہ روشنی دیکھ کر خوش ہوئے کہ دشت کا ہولناک سفر ختم ہوا اور کوئی شہر نظر آیا، لیکن جب قریب پہنچے تو روشنی ایک دم غائب ہو گئی۔ تمام رات یہی تماشا ہوتا رہا۔ دُور سے روشنیاں جگمگاتی دِکھائی دیتیں، لیکن جب نزدیک جاتے تو غائب ہو جاتیں۔ آخر صُبح کے وقت لشکر نے ایک جگہ قیام کیا۔ اب بھی ہر طرف صحرا ہی صحرا پھیلا ہوا تھا اور کسی بستی کے آثار دِکھائی نہ دیتے تھے۔

آخر اقبال شاہ نے اپنے مُرشد کی روح کو بُلا کر ماجرا کہا اور اُس نے اُسے چند ہدایات دیں۔ شام کے وقت اقبال شاہ شہزادے کے پاس آیا اور کہا کہ اے بھائی، لَوحِ حدید جو تمہارے پاس ہے، وہی ہماری مُشکل آسان کر سکتی ہے۔ اگر آج کی رات بھی پُراسرار روشنیاں نظر آئیں تو تُم اکیلے اُن

کی طرف جانا۔ وہاں ایک درخت ایسا دیکھو گے کہ اُس میں پتّوں کے بجائے چند تختیاں لٹکی ہوں گی۔ جس طرح تم نے یہ لَوح حاصل کی ہے، اُسی طریقے پر عمل کر کے لَوح واپس کر دینا۔ مُرشد کی روح کہتی ہے کہ جب تک لَوحِ حدید واپس نہ جائے گی، تُم لوگ حشر کے دِن تک اِس دشت میں بھٹکتے پھرو گے۔

شہزادے نے یہ بات سُنی اور عشا کی نماز کے بعد جب صحرا میں روشنیاں دِکھائی دیں، تب اُدھر روانہ ہوا۔ کُچھ فاصلے پر ایک عظیم الشّان درخت دیکھا جس کی شاخوں میں پتّوں کے بجائے ہزاروں تختیاں لگی ہوئی تھیں۔ کوئی تختی چاندی کی تھی، کوئی سونے کی، کوئی لکڑی کی تھی تو کوئی فولاد کی۔ اِن کے رنگ بھی الگ الگ تھے۔

شہزادے نے لَوحِ حدید کو اپنی ہتھیلی پر رکھا۔ وہ خود بخود اُچھلی اور ایک شاخ میں جا ٹکی۔ اُس کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے وہ درخت بھی غائب ہو گیا۔ شہزادہ واپس لشکر میں چلا آیا۔

اگلے روز لشکر نے سفر کا ارادہ کیا ہی تھا کہ شمال کی جانب سے ہوا کا ایک زبردست طوفان آیا۔ اتنی خاک اُڑی کہ آسمان نگاہوں سے چھُپ گیا۔ جب طوفان کم ہوا لشکر نے پھر سفر کی تیّاریاں شروع کیں۔ لیکن ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ ویسا ہی طوفان دوبارہ آیا۔ غرض تین مرتبہ ایسا ہوا۔

آخر اقبال شاہ نے سفر کا اِرادہ ملتوی کر کے لشکر کو وہیں پڑاوٗ ڈالنے کا حُکم دیا۔ رات کو پھر اپنے مُرشد کی روح سے ہدایت مانگی اور صُبح ہوتے ہی اپنے لشکر کے ایک سردار سعید سلطان کو طلب کر کے اسے سپہ سالار بنایا۔ پھر اسے ایک منتر بتایا اور کہا کہ ایک لاکھ مرتبہ پڑھ کر تمام لشکر پر دم

کرنا اور حُکم جاری کرنا کہ خبردار! کوئی سپاہی ہمارے واپس آنے تک اِس لشکر کی حد سے باہر قدم۔ نہ رکھے، ورنہ طِلسم کی مُصیبتوں میں گھِر جائے گا۔

یہ کارروائی کر کے اقبال شاہ اور شہزادہ اسماعیل، پیدل ہی ایک طرف روانہ ہوئے۔ شام کے وقت ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچے۔ رات وہیں بسر کی۔ صُبح ہوئی ہزار مُشکل کے بعد پہاڑ کی چوٹی پر پہنچنے میں کام یاب ہوئے۔ سخت بھوک لگی تھی۔ اِدھر اُدھر دیکھا، چند پھل دار درخت دِکھائی دیے، جن میں سیب کی طرح کے پھل لٹک رہے تھے۔ وہی پھل کھا کر پیٹ کی آگ بجھائی۔ اُس کے بعد پہاڑ کی دوسری جانب اترنے لگے۔ سارا دِن اُس میں لگ گیا۔

شام کے وقت ایک پتھرّ کے چبوترے پر پہنچے جو دس گز لمبا، دس گز اونچا اور دس گز چوڑا تھا۔ اس چبوترے پر عجیب عجیب نقش و نگار بنے تھے۔

درمیان میں پتھر ہی کی ایک مُورت بنائی گئی تھی جس کا آدھا دھڑ مرد کا اور آدھا دھڑ عورت کا تھا۔ آدھے سر پر پگڑی بندھی تھی اور آدھے سر پر چادر تنی، ناک میں سونے کا چھلّا پڑا تھا اور دائیں ہاتھ میں ایک مردانہ انگوٹھی۔ ہوا جب اُس مُورت کی ناک میں داخل ہوتی تو نہایت ہیبت ناک آوازیں سُنائی دیتی تھیں۔

شہزادہ اسماعیل نے اقبال شاہ سے کہا کہ یہ عجیب معاملہ ہے! یہ مُورت کس کی ہے اور اِس کا آخر مقصد کیا ہو گا؟

اقبال شاہ بھی حیران پریشان تھا۔ اُس نے کُچھ سوچ کر کہا۔ "ابھی پتا چل جائے گا۔ میں تمہیں ایک منتر بتاتا ہوں۔ ایک طرف سے تُم پڑھو، دوسری جانب سے میں پڑھتا ہوں۔ جب یہ منتر پورا ہو گا، مُورت خود اپنے بارے میں ہمیں بتائے گی۔ اگر اِس کا دایاں ہاتھ جُنبش میں آیا تو

طِلسم کی فتح تمھیں مبارک، اور اگر بایاں بازو بلا تب میں جانوں اور میرا کام۔ تُم پھر دخل نہ دینا۔"

شہزادے نے یہ شرط قبول کی۔

تین دِن اور تین راتیں دونوں اس مُورت کے دائیں بائیں بیٹھ کر منتر پڑھتے رہے۔ چوتھے روز وہی آندھی کا طوفان شروع ہوا اور ایک خوف ناک آواز اس مُورت کے مُنہ سے نکلی کہ اے آدم زاد، اپنا مطلب بیان کر۔ یہاں کس لیے آیا ہے؟

شہزادے نے کہا، "مُجھے حِصارِ باد (ہوا کی چار دیواری) کے حاکم کا فرمان درکار ہے۔ یہ سُنتے ہی مُورت کا دایاں ہاتھ حرکت کرنے لگا۔ اُس کا تمام دایاں حصّہ آہستہ آہستہ انسانی جسم میں بدلتا جا رہا تھا۔ پھر اُس مُورت نے گردن گھُما کر شہزادے کی طرف دیکھا اور کہا:

"اے آدم زاد، یہ طِلسم بُرج جَوزا ہے اور اِسے فتح کرنا اُس شخص کے بس میں ہے جس کے پاس زُحل کی تاثیر رکھنے والا سُرمہ ہو۔ وہ شخص سُرمہ آنکھوں میں لگا کر یہاں سے چلے۔ چند روزہ بعد ایک شہر میں پہنچے گا۔ وہاں ایسی مخلوق آباد ہے جس کا آدھا دھڑ مرد کا اور آدھا عورت کا ہے۔ جس شخص کے سُرمہ زُحل لگا ہو اُسے کوئی نہیں دیکھ سکے گا، مگر وہ سب کو دیکھے گا۔ اِس شہر کے درمیان میں ایک عالی شان مکان ہے۔ وہ شخص رات کو اِس مکان میں داخل ہو، وہاں شہر کی اِس انوکھی مخلوق کے برعکس ایک آدمی اور ایک عورت نظر آئیں گے۔ اِن کی باتیں غور سے سُنے اور یاد رکھے۔ پھر صُبح کو چشمۂ عطارد میں نہائے۔ وہی مرد اُسے فرمان حاصل کرنے کا صحیح طریقہ بتائے گا۔ کھانے پینے کی فکر نہ کرے۔ پہلے سُرمہ آنکھوں میں لگائے، پھر جہاں چاہے، کھانا کھائے۔"

جب پتھرّ کی اِس مُورت نے گفتگو ختم کی، اقبال شاہ نے شہزادے کو پہاڑ کے دامن میں آباد اِس نرالی بستی کی طرف روانہ کیا اور خود لشکر میں واپس آیا۔ شہزادہ چلتا گیا۔ راہ میں کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ تین دِن بعد وہ بستی نظر آئی۔ جیسا اُس مُورت نے بتایا تھا، وہاں کی مخلوق ایسی ہی نکلی۔ آدھا دھڑ مرد کا، آدھا عورت کا۔ شہزادے نے سُرمۂ زُحل آنکھوں میں لگایا اور مزے سے شہر کی سیر کرنے لگا۔ یکایک وہ عالی شان مکان دِکھائی دیا جس کا ذکر مُورت نے کیا تھا۔ شہزادہ بے دھڑک اِس مکان میں گھُس گیا۔ دیکھا کہ صحن میں ایک بُڈّھا اور بُڑھیا پھٹے پُرانے بوریے پر خاموش بیٹھے ہیں۔ شہزادہ بھی صحن کے ایک گوشے میں جا بیٹھا۔ تھوڑی دیر بعد بُڑھیا نے بُڈّھے سے کہا:

"اے طالقُوس، تُو بڑا زبردست نجومی اور حکیم مشہور ہے۔ ذرا حساب لگا کر یہ تو بتا کہ شہر میں اِس وقت کیا ہو رہا ہے؟"

بُڑھیا کی یہ بات سُن کر بُڈّھے طالقُوس نے صحن پر اُنگلیوں سے چند لکیریں سی کھینچیں، پھر مُنہ ہی مُنہ میں کُچھ بڑبڑایا۔ اِس کے بعد یوں بولا :

"اے عاقلہ، سُن کہ مغرب کی جانب آدم زادوں کی دُنیا میں ایک بادشاہ سُلطان مہدی تھا۔ وہ کسی سبب سے طِلسم جمشید میں گرفتار ہو گیا۔ اُس کا ایک نوجوان لڑکا ہے جسے اسماعیل کہتے ہیں۔ اب وہ اپنے باپ کو طِلسم کی قید سے رہا کرانے کے لیے نکلا ہے۔ اُس نے اِس کا بڑا حصّہ فتح کر لیا ہے اور اب وہ اِس شہر میں داخل ہوا ہے۔ اِس وقت بھی آنکھوں میں سُرمۂ زُحل لگائے اِس مکان کے فلاں گوشے میں چُپ چاپ بیٹھا ہماری باتیں سُن رہا ہے۔"

بُڑھیا طالقُوس کی یہ بات سُن کر حیران ہوئی، اور کہنے لگی۔ "اے طالقُوس، اگر تیرا حساب درست ہے اور وہ فاتح طِلسم اِس وقت مکان میں موجود

ہے تو اُسے آواز دے اور کہہ کر اپنے آپ کو ظاہر کر تاکہ ہم اُس کی رہ نمائی کریں۔"

طالقُوس نے شہزادے کا نام لے کر آواز دی۔ شہزادے نے آنکھوں سے سُرمۂ زُحل صاف کیا اور اُن کے پاس چلا گیا۔ دونوں نے کھڑے ہو کر شہزادے کو تعظیم دی۔ بُڈّھے نے کہا :

"اے شہزادے، تمھارا اِس شہر میں آنا مبارک۔ آج بُدھ کا دِن ہے۔ مغرب اور عصر کے درمیان تمھیں ایک تماشا دِکھانے لے چلوں گا۔"

مقرّرہ وقت پر طالقُوس شہزادے کو ساتھ لے کر مکان سے نکلا اور شہر سے باہر ایک وسیع میدان میں لایا۔ شہزادے نے دیکھا کہ ہزاروں کی تعداد میں، اِس شہر کی آدھی عورت آدھی مرد مخلوق جمع ہے۔ درمیان میں ایک اُونچی جگہ پر تخت رکھا ہے اور اُس پر اُن کا بادشاہ بیٹھا ہے۔ شہزادے

نے طالقُوس سے پُوچھا کہ بادشاہ کا نام کیا ہے؟ اُس نے بتایا کہ اُسے غُلام شاہ کہتے ہیں۔ یہ دراصل بُرج جَوزا کا غُلام ہے۔

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ بادشاہ نے اپنی بغل میں سے کاغذوں کا ایک پلندہ نکال کر ہوا میں اُچھال دیا۔ آدھے مرد اور آدھے عورت لوگ اِن کاغذوں کی طرف جھپٹے، لیکن ہوا ایسی تیز چلی کہ کاغذ کہیں سے کہیں جا پہنچے۔ ایک کاغذ اُڑتا ہوا شہزادے کے پاس بھی آیا۔ شہزادے نے طالقُوس کے کہنے سے وہ کاغذ پکڑ کر جیب میں رکھ لیا۔ تھوڑی دیر بعد نہ وہاں مجمع دِکھائی دیا نہ بادشاہ۔ میدان میں صرف طالقُوس اور شہزادہ کھڑے رہ گئے۔

جب دونوں شہر میں واپس آئے تو شہزادہ یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ تمام مخلوق خود بخود وہاں پہنچ چُکی ہے۔ اتنے اُنھوں نے غُلام شاہ کو دیکھا کہ ایک طرف پیدل ہی چلا جا رہا ہے۔ طالقُوس اور شہزادہ اسماعیل بھی اُس کے پیچھے

پیچھے چلے۔ ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچ کر غُلام شاہ رُکا۔ طالقُوس نے آگے بڑھ کر اُسے سلام کیا اور کہا :

"اے بادشاہ، وہ آدم زاد جس کا مُجھے اور تمہیں انتظار تھا، یہاں آچکا ہے۔ اُس کی جو امانت تمہارے پاس موجود ہے، وہ اُسے دے دو تاکہ وہ اپنے مطلب میں کام یاب ہو۔"

غُلام شاہ نے کہا۔ "اے طالقُوس، ابھی وہ امانت اُسے سونپنے کا حُکم مُجھ تک نہیں پہنچا۔ جب پہنچے گا، میں فوراً وہ امانت اُس کے حوالے کروں گا۔"

یہ سُن کر طالقُوس کو طیش آیا۔ کہنے لگا۔ "اے غُلام شاہ، وہ حُکم پہنچ چکا۔ کیا تمہارا خیال تھا میں تُم سے جھُوٹ کہوں گا؟"

یہ کہہ کر شہزادے سے وہ کاغذ مانگا۔ اُس نے جیب سے نکال کر طالقُوس کے حوالے کیا۔ طالقُوس نے غُلام شاہ کو دیا۔ غُلام شاہ نے کاغذ دیکھتے ہی حیرت سے کہا :

"تعجّب ہے! یہ کاغذ تُم تک کیسے پہنچا؟ خیر، میں اب سمجھ گیا کہ تُم ہی وہ آدم زاد ہو جس کی امانت میرے پاس محفوظ ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔"

یہ کہ کر شہزادے کو ایک درّے میں لے گیا۔ وہاں ایک بھاری پتھرّ پڑا تھا۔ غُلام شاہ نے کہا۔

"اب اپنے ہاتھ سے یہ کاغذ اِس پتھرّ کے اُوپر رکھ دو۔"

شہزادے نے ایسا ہی کیا۔ جُوں ہی کاغذ پتھرّ پر رکھا، تیز ہوا کا ایک جھونکا آیا اور کاغذ کو اُڑا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ غُلام شاہ نے کہا :

"اب میں رُخصت ہوتا ہوں۔ تُم تھوڑی دیر یہیں ٹھہرو، ہوا پر اُڑتا ہوا ایک تخت آئے گا۔ بے خوف ہو کر اُس پر بیٹھ جانا۔ وہ تمہیں ایک بادشاہ کے دربار میں پہنچا دے گا۔ تُم بادشاہ سے کہنا کہ مُجھے غُلام شاہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اِس کے بعد اپنا مطلب بیان کرنا۔ بادشاہ تُم سے پوچھے گا کہ وہ سات اُونچے نیچے محل کون سے ہیں اور اِن محلوں کا رنگ کیا ہے؟ تُم جواب دینا کہ وہ سات اُونچے نیچے محل سات آسمان ہیں جن کے رنگ یہ ہیں: سُرخ، سفید، زرد، سبز، نیلا، کالا، نارنجی اور فیروزی۔ یہ جواب پاتے ہی بادشاہ تمہیں فرمان لکھ کر دے دے گا۔"

یہ کہہ کر وہ رُخصت ہوا اور طالقُوس کو بھی ساتھ لے گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک خوب صورت تخت ہوا کے کندھوں پر سوار وہاں اُترا۔ شہزادہ اُس پر سوار ہوا۔ تخت شہزادے کو لے کر ہوا کی رفتار سے اُڑا اور آناً فاناً اُسے ایک محل میں اُتارا۔ وہاں دربار سجا تھا۔ امیر، وزیر، پہرے دار اور غُلام ادب سے

گردنیں جھکائے بادشاہ کے سامنے کھڑے تھے۔ شہزادے نے قریب جا کر بادشاہ کو سلام کیا۔ بادشاہ نے خوش ہو کر جواب دیا اور شہزادے کو کُرسی پر بِٹھا کر احوال پوچھا۔ شہزادے نے وہی باتیں کہیں جن کی تاکید غُلام شاہ نے کی تھی۔ بادشاہ نے شہزادے سے پوچھا :

"بتاؤ، وہ سات اُونچے نیچے محل کون سے ہیں اور اِن کے رنگ کون کون سے ہیں ؟"

شہزادے نے اُسی وقت صحیح جواب دیا۔ بادشاہ نے خوش ہو کر شہزادے کو گلے سے لگایا۔ تین روز تک اُسے اپنے محل میں رکھا اور خوب خاطر تواضع کی۔ چوتھے روز شہزادے کو ساتھ لے کر ایک عالی شان گُنبد میں لایا، شہزادے نے دیکھا کہ گُنبد کے اندر ایک سو سال کا بُڈّھا بڑے غرور سے ٹانگ پر ٹانگ رکھے تخت پر بیٹھا ہے۔ بادشاہ نے اُس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کہا :

"اے بزرگ، یہ جوان آپ سے فرمان لینے آیا ہے۔"

بُڈّھے نے ایک نظر شہزادے کو دیکھا اور فرمان کو مُہر لگا، شہزادے کے حوالے کیا۔ بادشاہ شہزادے کو واپس محل میں لایا۔ رات شہزادے نے وہاں آرام کیا۔ آنکھ کھُلی تو نہ وہ محل تھا، نہ گُنبد۔ اپنے آپ کو ایک ہولناک دشت (جنگل) میں دیکھا جس کی ابتدا معلوم ہوتی تھی نہ انتہا۔ اِس وقت گرمی اتنی شدید تھی کہ زمین پر قدم رکھنا بھی دشوار تھا۔ آخر خُدا کو یاد کرتا ہوا ایک طرف روانہ ہوا۔

*****

طالقُوس نجومی کے عجیب و غریب کارنامے۔ طِلسم جمشید کے آخری دو مرحلوں کی فتح اور سُلطان مہدی کی قید سے رہائی، اِس حیرت انگیز داستان کے پانچویں اور آخری حصّے نقاب پوش مَلکہ میں پڑھیے۔